



# دانا دار و اولاد

تالیف محمد فریاض حسینی

پروگریسو بکس



# داماد رسول

ﷺ  
صلی علیہ وآلہ وسلم

تالیف

محمد فیاض حسینی

پروگریسو بکس  
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ  
اردو بازار، لاہور  
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

جميع حقوق الطبع محفوظة للناشر  
جميع حقوق ناشر محفوظ هيـن

تالیف محمد فیاض حسینی

297.9922  
ف 958  
142393  
5-

# داماد رسول

ﷺ

بار اول	جون 2018
پرنٹرز	آصف صدیق، پرنٹرز
سرورق	الناصح گرافکس 0333-4951246
تعداد	600/-
ناشر	چوہدری غلام رسول - میاں جوادر رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	روپے / =

ملنے کے پتے

مکتبہ اہل سنت

12- منج بکس روڈ لاہور فون 042-37112941  
0323-8836778

ملت چھاپی گیشنز

فیصل مسجد اسلام آباد 051-2254111  
E-mail: millat\_publication@yahoo.com

شوروم ملت چھاپی گیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیوار دو بازار اسلام آباد 0321-4146464  
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسیو بکس  
لوہنڈا کیمٹ، غزنی سٹریٹ  
اردو بازار لاہور  
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

## حمد باری تعالیٰ

ذرے ذرے میں تو وحدہ وحدہ  
ہے صدا چار سو وحدہ وحدہ

ساری مخلوق کے لب پہ ہے رات دن  
تیری ہی گفتگو وحدہ وحدہ

تیرے ڈر سے جو روتی ہے اُس آنکھ کا  
ہو گیا ہے وضو وحدہ وحدہ

صورتِ مصطفیٰ میں ہوا جلوہ گر  
خود ہی تو ہو ہو وحدہ وحدہ

جاؤں دُنیا سے جب ہو لبوں پہ ریاض  
اللہ ہو اللہ ہو وحدہ وحدہ

علامہ سید ریاض الدین سہروردی

صغیر بیک کھنسی

۲۵۵۹/-

### نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

جنت کی رہگذر ہے رستہ میرے بنی کا  
بخشش کا واسطہ ہے روضہ میرے بنی کا

نبیوں نے دی بشارت آئیں گے رب کے دلبر  
برسوں سے ہو رہا تھا شہرہ میرے بنی کا

پیغام حق کو سن کر سر خم کیا اسی پل پر  
بو بکر جانتے تھے رتبہ میرے بنی کا

خاکی بدن تھا ظاہر پُر نور کے تھے پیکر  
ہر پل چمک رہا تھا چہرہ میرے بنی کا

حوز و ملک تھے شاداں اک نور کا سماں تھا  
افلاک پر تھا جاری چرچا میرے بنی کا

بخشش ضرور ہوگی امت کی روز محشر  
راضی کرے گا رب کو سجدہ میرے بنی کا

دربارِ مصطفیٰ کو یہ فیض ہے سکندر  
ملتا ہے ہر کسی کو صدقہ میرے بنی کا

## انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے والدین اور عکس ضیاء الامت پیر ڈاکٹر  
محمد ابوالحسن شاہ الازہری مدظلہ العالی کے نام کرتا ہوں کی محبتوں  
اور کاوشوں سے میں اس قابل ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
سیرت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت، اولیاء کاملین کی سیرت کو صفحہ  
قرطاس پر لانے کے قابل ہوا۔  
اللہ تعالیٰ میری کاوش کو قبولیت عطا فرمائے

## فہرست

صفحہ	عنوانات
	❖ ابتدائیہ
15	
16	❖ جب صور پھونکا جائے گا
18	❖ نبی کریم ﷺ کا خاندان
18	❖ نبی کریم ﷺ کی منہ بولی مائیں
18	❖ نبی کریم ﷺ کو دودھ پلانے والی خواتین
18	❖ نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائی بہن
18	❖ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات
19	❖ نبی کریم ﷺ کے بیٹے کس کس بیوی سے ہیں
19	❖ نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں
19	❖ نبی کریم ﷺ کے داماد
19	❖ نبی کریم ﷺ نے نواسے
20	❖ نبی کریم ﷺ کی نواسیاں
20	❖ نبی کریم ﷺ کے چچا
20	❖ نبی کریم ﷺ کی چھو پھیاں
22	❖ نبی کریم ﷺ کے بیٹے
22	❖ نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں
	باب اول
24	❖ حضرت زینب بنت نبی کریم ﷺ



- 26 ❖ حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ
- 26 ❖ نسب
- 26 ❖ حالات زندگی
- 26 ❖ داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- 27 ❖ غزوہ بدر میں کفار کے ساتھ
- 28 ❖ قبول اسلام
- 29 ❖ وفات
- 29 ❖ محبت کی ایک لازوال داستان
- 34 ❖ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا
- 34 ❖ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ
- 35 ❖ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح
- 35 ❖ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات
- 35 ❖ نانا کی محبت
- باب دوم
- 36 ❖ حضرت رقیہ بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
- 37 ❖ حضرت ام کلثوم بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
- 43 ❖ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
- 44 ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب
- 44 ❖ نشوونما
- 45 ❖ سلامت فطرت
- 46 ❖ حلیہ مبارک

- 46 ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لباس
- 46 ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی غذا
- 46 ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انداز گفتگو
- 46 ❖ عبادت و خشیت
- 47 ❖ اخلاق حمیدہ
- 47 ❖ منکسر المزاج
- 47 ❖ کتابت وحی
- 48 ❖ ازواج و اولاد
- 48 ❖ ہجرت حبشہ
- 48 ❖ ہجرت مدینہ
- 49 ❖ قبول اسلام
- 49 ❖ ذوالنورین
- 50 ❖ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت
- 50 ❖ جامع قرآن
- 51 ❖ حدیث میں ذکر
- 51 ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت
- 52 ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور حکومت
- 53 ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات
- 53 ❖ زنا کار آنکھیں
- 54 ❖ ہاتھ میں کینسر
- 54 ❖ گستاخی کی سزا

- 56 ❖ خواب میں پانی پی کر سیراب
- 57 ❖ اپنے مدفن کی خبر
- 59 ❖ شہادت کے بعد غیبی آواز
- 59 ❖ مدفن میں فرشتوں کا ہجوم
- 59 ❖ گستاخ درندہ کے منہ میں
- 60 ❖ قبول اسلام کی داستان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زبانی
- 62 ❖ فضل و کمال
- 63 ❖ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمع و تدوین قرآن
- 64 ❖ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمعہ کے دن دوسری اذان
- 64 ❖ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع
- 65 ❖ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتماد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- 65 ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دس خصوصیتیں
- 66 ❖ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان
- 67 ❖ عروہ دربار رسالت میں
- 72 ❖ حضرت عثمان کی ایک فضیلت
- 75 ❖ پیکر جو دو سخا
- 77 ❖ ایک نبی ایک صدیق دو شہید
- 79 ❖ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں
- 80 ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں
- 81 ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت
- 81 ❖ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

- 82 ❖ بڑرومہ کی خریداری
- 82 ❖ خلافت کی ذمہ داریاں
- 87 ❖ زیادہ منافع لینے کا انوکھا انداز
- 89 ❖ غزوہ تبوک کا سبب
- 90 ❖ فہرست چند دہندگان
- 92 ❖ فوج کی تیاری
- 93 ❖ تبوک کو روانگی
- 95 ❖ راستے کے چند معجزات
- 96 ❖ ہوا اڑا لے گئی
- 96 ❖ گمشدہ اونٹنی کہاں ہے؟
- 96 ❖ تبوک کا چشمہ
- 97 ❖ رومی لشکر ڈر گیا
- 99 ❖ ذوالبجادیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر
- 101 ❖ ہر سال حج کرتے
- 102 ❖ تین مرتبہ جنت خریدی
- 103 ❖ غزوات میں شرکت
- 103 ❖ رفاہی کام۔۔۔ جنت کی بشارتیں
- 104 ❖ فتوحات اور اسلامی نظام حکومت کا نظم و نسق
- 105 ❖ اشاعت قرآن
- 105 ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت

## باب سوم

- 106 ❖ حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا
- 106 ❖ ولادت اور خاندان
- 107 ❖ القاب اور کنیت
- 107 ❖ حالاتِ زندگی
- 109 ❖ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی
- 110 ❖ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز
- 111 ❖ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی
- 111 ❖ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے اشعار
- 112 ❖ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اشعار
- 112 ❖ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے اشعار
- 112 ❖ شادی کے بعد
- 114 ❖ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد
- 114 ❖ مباہلہ
- 118 ❖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال
- 119 ❖ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال
- 119 ❖ ایثار و سخاوت انفاق فی سبیل اللہ
- 121 ❖ اہل جنت خواتین کی سردار سیدہ
- 125 ❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تعارف
- 126 ❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آغوشِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں
- 127 ❖ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام رکھا

- 127 ❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایمان لانا
- 129 ❖ وادی خیبر
- 130 ❖ فاتح قلعہ ناعم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
- 134 ❖ ایک سجدہ کئے بغیر جنت میں داخل ہونے والا خوش نصیب حبشی
- 136 ❖ مبارک ہو تمہارے بھائی کا قاتل مر گیا
- 141 ❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شادی
- 142 ❖ شادی کے لئے ضروری سامان کی خریداری
- 142 ❖ حضرت فاطمہ طیہہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا جہیز
- 142 ❖ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب
- 142 ❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دعوت ولیمہ
- 143 ❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اولاد
- 143 ❖ سزایا بنی سعد
- 143 ❖ یمن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعیناتی
- 143 ❖ قبیلہ طے کابت
- 144 ❖ یمن کے قاضی
- 144 ❖ سب سے بڑے قاضی
- 144 ❖ غدیر خم
- 145 ❖ شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
- 147 ❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر
- 147 ❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مدت خلافت
- 147 ❖ مقام علم و فضل

- 148 ❖ جاں نثاری و امانت داری
- 149 ❖ حضور نبی اکرم ﷺ کی حسن کفالت
- 150 ❖ ہمت و شجاعت کے پیکر
- 151 ❖ قوت اجتہاد
- 151 ❖ انوکھا فیصلہ
- 152 ❖ رزق کہاں سے آئے گا
- 153 ❖ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ پسند فرمایا
- 153 ❖ مشہور زمانہ فیصلہ
- 154 ❖ اسلامی تاریخ کا فیصلہ
- 155 ❖ گنہگار قتل کا پتہ لگایا
- 155 ❖ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا
- 156 ❖ ترک قرأت خلف الامام
- 156 ❖ آمین آہستہ کہنا
- 156 ❖ ترک رفع یدین
- 158 ❖ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے
- 160 ❖ یادداشت







بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا

ابتدائیہ

الحمد لله رب العالمی والصلوة والسلام علی رسولہ الکریم اما بعد  
سلام علی من اتبع الهدی وسلام علی من قال یا رسول الله ﷺ  
اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم ۱ بسم الله الرحمن الرحیم ۰  
فَاِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۲ فَمَنْ  
ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۳ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ  
الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۴ تَلْفَحُ وُجُوهُهُمُ النَّارُ وَهُمْ  
فِيهَا كَالِحُونَ ۵ صدق الله العظيم

سب تعریفیں اس بزرگ و برتر خلاق عالم کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو مرتبہ  
کمال تک پہنچانے والا ہے اور درود لا محدود سید عالم ﷺ کی ذات اقدس  
ہے جو باعث وجہ تخلیق کائنات ہے اور جس ذات مقدسہ کے وجود مسعود کا  
صدقہ اور جس کی پیروی کرنے سے جنت کی اعلیٰ نعمتوں کا حصول ممکن ہوتا ہے  
اور جس کی پیروی راہ حق کے مسافروں کے باعث تسکین و اطمینان ہے۔

پس جب کہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے دار ہی رہیں گے، نہ  
آپس کی پوچھ گچھ۔ جن کی ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا وہ تو نجات والے ہو گئے۔ اور جن کے  
ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا جو ہمیشہ کے لئے جہنم واصل

ہوئے۔ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بد شکل بنے ہوئے ہوں گے۔

### جب صور پھونکا جائے گا

جب جی اٹھنے کا صور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے، اس دن نہ تو کوئی رشتے ناتے باقی رہیں گے۔ نہ کوئی کسی سے پوچھے گا، نہ باپ کو اولاد پر شفقت ہوگی، نہ اولاد باپ کا غم کھائے گی۔ عجب آپادھاپی ہوگی۔ جیسے فرمان ہے کہ وَلَا يَسْأَلُ حَبِيبٌ حَبِيبًا يُبَصِّرُهُمْ وَيَوْمَ يُنْفَخُ الْيَوْمِ الْكُفْرُ لَوْ يُفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمَئِذٍ بِبَنِيهِ (المعارج: ۱۰۰-۱۱) کوئی دوست کسی دوست سے ایک دوسرے کو دیکھنے کے باوجود کچھ نہ پوچھے گا۔ صاف دیکھے گا کہ قریبی شخص ہے مصیبت میں ہے، گناہوں کے بوجھ سے دب رہا ہے لیکن اس کی طرف التفات تک نہ کرے گا، نہ کچھ پوچھے گا آنکھ پھیر لے گا، جیسے قرآن میں ہے کہ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (عس: ۳۴-۳۷) اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے، اور اپنے بچوں سے بھاگتا پھرے گا“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا جس کسی کا کوئی حق کسی دوسرے کے ذمہ ہو وہ بھی آئے اور اس سے اپنا حق لے جائے۔ تو اگرچہ کسی کا کوئی حق باپ کے ذمہ یا اپنی اولاد کے ذمہ یا اپنی بیوی کے ذمہ ہو وہ بھی خوش ہوتا ہوا اور دوڑتا ہوا آئے گا اور اپنے حق کے تقاضے شروع کرے گا جسے اس آیت فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ (سورة المؤمنون: ۱۰۱) میں ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو چیز اسے نہ خوش کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے قیامت کے روز سب رشتے ناتے ٹوٹ

جائیں گے لیکن میرا نسب میرا سبب میری رشتہ داری ناٹوٹے گی“ (مسند احمد)  
 اس حدیث کی اصل بخاری مسلم میں بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 ”فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے اسے ناراض کرنے والی اور اسے ستانے والی  
 چیزیں مجھے ناراض کرنے والی اور مجھے تکلیف پہنچانے والی ہے۔“ (صحیح بخاری)

مسند احمد میں ہے رسول اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا ”لوگوں کا کیا حال ہے کہ کہتے  
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ بھی آپ کی قوم کو کوئی فائدہ نہ دے گا واللہ میرے  
 رشتہ دنیا میں اور آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اے لوگو! میں تمہارا میرا سامان ہوں، جب تم آؤ  
 گے، ایک شخص کہے گا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فلاں بن فلاں ہوں، میں جواب  
 دوں گا کہ ہاں نسب تو میں نے پہچان لیا لیکن تم لوگوں نے میرے بعد بدعتیں ایجاد کی تھیں  
 اور ایڑیوں کے بل مرتد ہو گئے تھے۔“ (مسند احمد)

مسند امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما میں ہم نے کئی سندوں سے یہ روایت کی  
 ہے کہ جب آپ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا تو فرمایا  
 کرتے تھے واللہ مجھے اس نکاح سے صرف یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے سنا ہے کہ ہر سبب و نسب قیامت کے دن کٹ جائے گا مگر میرا نسب اور سبب۔ (مسند عمر  
 بن الخطاب لابن کثیر) بھی مذکور ہے کہ آپ نے ان کا مہر از روئے تعظیم و بزرگی چالیس ہزار  
 مقرر کیا تھا۔

ابن عساکر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کل رشتہ ناتے اور  
 سرالی تعلقات بجز میرے ایسے تعلقات کے قیامت کے دن کٹ جائیں گے۔“ (طبرانی  
 کبیر: ج ۳، ۴، ۵: صحیح بالشواہد) ایک حدیث میں ہے کہ ”میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جہاں  
 میرا نکاح ہوا ہے اور جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ  
 رہیں تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔“ (تاریخ دمشق)

## نبی کریم ﷺ کا خاندان

ہم خاندان نبوت کو اچھی طرح یاد کر لیں تو یہودیوں کے پھیلانے ہوئے نفرت کے سائے اور تفرقے مٹ سکتے ہیں۔

(۱) نبی کریم ﷺ کے پردادا ہاشم (۲) نبی کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب (۳) نبی کریم ﷺ کے والد عبداللہ (۴) نبی کریم ﷺ کی والدہ بی بی آمنہ (۵) پرورش کرنے دودھ پلانے والی حضرت حلیمہ سعدیہ

## نبی کریم ﷺ کی منہ بولی مائیں

آپ ﷺ نے فرمایا میری بعد یہ میری مائیں ہیں، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہما، حضرت حلیمہ سعدیہ، حضرت فاطمہ بنت اسد۔

## نبی کریم ﷺ کو دودھ پلانے والی خواتین

والدہ ماجدہ بی بی آمنہ، ثویبہ الاسلمیہ۔ خولہ بنت المندر، ام ایمن اور حلیمہ سعدیہ۔

## نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائی بہن

مسروح، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، بوسلمہ بن عبداللہ المخزومی، عبداللہ، انیسہ، خدیفہ، خدافہ جن کا لقب شیماتھا، ضمیرہ

## نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات

(۱) حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما (۴) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما (۵) حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما (۶) حضرت سودہ رضی اللہ عنہما بنت زمعہ (۷) حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما (۸) حضرت ام سلمہ بن سہیل رضی اللہ عنہما (۹) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما بنت حارث (۱۰) حضرت

صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہما (۱۱) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما بنت حارث  
(۱۲) حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہما (۱۳) حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہما بنت شمعون۔

### نبی کریم ﷺ کے بیٹے کس کس بیوی سے ہیں

(۱) حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما (۲) حضرت عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہما یہ دونوں بیٹے  
حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما سے پیدا ہوئے (۳) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن محمد  
یہ بیٹا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہما سے پیدا ہوا۔

### نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں

(۱) حضرت زینب بنت محمد رضی اللہ عنہما (۲) حضرت کلثوم بنت محمد رضی اللہ عنہما (۳) حضرت  
رقیہ بنت محمد رضی اللہ عنہما (۴) حضرت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہما یہ سب بیٹیاں رضی اللہ عنہن حضرت  
خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما سے پیدا ہوئیں۔

### نبی کریم ﷺ کے داماد

(۱) حضرت زینب بنت محمد رضی اللہ عنہما زوجہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ (۲) حضرت  
کلثوم بنت محمد (اول زوجہ) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت قیہ بنت محمد (زوجہ  
ثانیہ) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۳) حضرت فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہما زوجہ حضرت علی  
رضی اللہ عنہ

### نبی کریم ﷺ نے نواسے

(۱) حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ  
عنہ (۳) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ  
(۵) حضرت محسن بن علی رضی اللہ عنہ

## نبی کریم ﷺ کی نواسیاں

- (۱) حضرت امامہ بن ابی العاص رضی اللہ عنہ زوجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ  
 (۲) حضرت زینب بن علی رضی اللہ عنہ زوجہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم۔ (۳) حضرت  
 کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہم (۴) حضرت رقیہ بنت علی رضی اللہ  
 عنہما بچپن میں وفات پائی۔

## نبی کریم ﷺ کے چچا

رسول اللہ ﷺ کے دس چچا تھے جن کے نام یہ ہیں:

- (۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ (۲) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (۳) جناب ابوطالب  
 (۴) ابولہب (۵) حارث (۶) قثم (۷) عبدالکعبہ (۸) زبیر (۹) غیداق (۱۰) ضرار  
 ان دس میں سے دو نبی کریم ﷺ کے چچا مسلمان ہوئے، یعنی حضرت حمزہ اور  
 حضرت عباس رضی اللہ عنہما۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حارث بھی تایا زاد تھے جو کہ  
 مسلمان ہوئے۔

## نبی کریم ﷺ کی پھوپھیاں

رسول اللہ ﷺ کی پھوپھیوں کے نام یہ ہیں۔

عاتکہ، امیمہ، بیضا، برہ، اروئی، صفیہ۔

حضرت عاتکہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما حضرت زبیر بن عوام کی والدہ نے اسلام

قبول کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں جن میں سب سے پہلے قاسم رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ تھے جو کہ بچپن میں ہی فوت ہوئے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ سواری پر سوار  
 ہونے کی عمر تک زندہ رہے، ان کے بعد زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ یہ قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑی تھیں۔

پھر ان کے بعد رقیہ اور ام کلثوم، اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں، اور ہر ایک کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنی دوسری بہنوں سے بڑی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا گیا ہے کہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تینوں سے بڑی تھیں، اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے چھوٹی تھیں۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہوئی، اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا وہ نبوت سے قبل پیدا ہوئے یا کہ وہ بعد از نبوت، اور بعض نے اسے صحیح قرار دیا کہ وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔

اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا عبداللہ ہی طاہر اور طیب ہیں یا کہ وہ دونوں کوئی اور ہیں اس میں دو قول ہیں، اور صحیح یہی ہے کہ یہ دونوں عبداللہ کے لقب ہیں۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

اور یہ سب کے سب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد ہے، اور کسی دوسری بیوی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی لونڈی ماریہ قبطیہ سے آٹھ ہجری میں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ (زاد المعاد 1/103)

تو اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری کی ساری اولاد خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئی اور صرف حضرت ابراہیم جو کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھے جو کہ اسکندریہ کے بادشاہ اور قبطیوں کے بڑے کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ پیش کی گئی تھیں۔

تو اس طرح صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد سات جن میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں جن کے نام ذیل میں دیے جاتے ہیں:

## نبی کریم ﷺ کے بیٹے

- (۱) حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۳) حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں

- (۱) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- (۲) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- (۳) حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- (۴) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ باقی ساری اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی فوت ہوئی صرف فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوت ہوئیں۔

زیر نظر کتاب میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رشتہ کی فضیلت کے پیش نظر حضور نبی کریم ﷺ کے داماد کے حالات زندگی پر گفتگو کی گئی ہے جس میں آپ ﷺ کی بنات کے مختصر حالات زندگی بھی درج لئے گئے ہیں تاکہ ان مقدس ہستیوں کے حالات و واقعات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں کی تعداد چار ہے جس پر امت کا اتفاق ہے مگر اس کتاب کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اس لئے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں ہیں۔

باب اول: حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ اور آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند ابوالعاص بن ربیع کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔

باب دوم: حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم بنت رسول کریم ﷺ اور ان کے



خاوند حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔

باب سوم: حضرت فاطمہ طییبہ طاہرہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی شیر

خداوند ﷺ کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔

خاکپائے درچشت  
مفتی محمد فیاض چشتی



## باب اول

### حضرت زینب بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت زینب بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب بیٹیوں میں بڑی تھیں۔ جو اظہار نبوت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔ کم سنی میں ہی یعنی نبوت سے قبل ان کی شادی خالد بن ولید کے ساتھ ہوئی جو حضرت خدیجہ کی حقیقی بہن کے بیٹے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد زینب بھی اسلام لے آئیں۔ ہجرت کا سفر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے بغیر کیا کیونکہ وہ اس وقت اسلام نہیں لائے تھے۔ اس لیے مکہ میں ہی رہے۔ ابو العاص مشرکین کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک تھے اور دوسرے قیدیوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار کیے گئے جنہیں بعد میں رہا کر دیا گیا۔ جس کے بعد حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوہر مکہ روانہ ہو گئے وہاں جس کا کچھ حساب لینا دینا تھا اسے بے باق کیا جب کوئی مطالبہ باقی نہ رہا تو اہل قریش کے سامنے علانیہ مسلمان ہو گئے اور مدینہ منورہ ہجرت کی۔ اور باقی زندگی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے اسلام لانے کے بعد ان کے ساتھ مدینہ میں ہی گذاری جو ایک یا سو سال ہی تھی۔ ۸ ہجری میں زینب کا انتقال ہوا۔

یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں اور جنگ بدر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ سے مدینہ بلا لیا تھا مکہ میں کافروں نے ان پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے ان کا تو پوچھنا ہی کیا حد ہو گئی کہ جب یہ ہجرت کے ارادے سے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ سے باہر نکلیں تو کافروں نے ان کا راستہ روک لیا اور ایک کافر جو بڑا ہی ظالم تھا ہبار بن الاسود اس نے

نیزہ مار کر ان کو اونٹ سے زمین پر گرا دیا جس کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا یہ دیکھ کر ان کے دیور کنانہ کو جو اگرچہ کافر تھا ایک دم طیش آ گیا اور اس نے جنگ کے لئے تیرکمان اٹھا لیا یہ ماجرا دیکھ کر ابوسفیان نے درمیان میں پڑ کر راستہ صاف کر دیا اور یہ مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ حضور اکرم ﷺ کے قلب کو اس واقعہ سے بڑی چوٹ لگی چنانچہ آپ نے ان کے فضائل میں یہ ارشاد فرمایا کہ۔

هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ فِيَّ

یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت فضیلت والی ہے کہ میری طرف ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔

پھر ان کے بعد ان کے شوہر ابو العاص بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور دونوں ایک ساتھ رہنے لگے اپنی اولاد میں ایک لڑکا جن کا نام علی تھا اور ایک لڑکی جن کا نام امامہ تھا زندہ رہے ابن عسا کر کا قول ہے کہ علی جنگ یرموک میں شہید ہو گئے امامہ سے حضور ﷺ کو بے حد محبت تھی بادشاہ حبشہ نے تحفہ میں ایک جوڑا اور ایک قیمتی انگوٹھی دربار نبوت میں بھیجی تو آپ ﷺ نے یہ انگوٹھی اپنی نواسی امامہ کو عطا فرمائی اس طرح کسی نے ایک مرتبہ بہت ہی بیش قیمت اور انتہائی خوبصورت ایک ہار نذر کیا تو سب بیبیاں یہ سمجھتی تھیں کہ حضور ﷺ یہ ہار عائشہ کے گلے میں ڈالیں گے مگر آپ نے یہ فرمایا کہ میں یہ ہار اس کو پہناؤں گا جو میرے گھر والوں میں مجھ کو سب سے زیادہ پیاری ہے یہ فرما کر آپ ﷺ نے یہ قیمتی ہار اپنی نواسی امامہ کے گلے میں ڈال دیا۔

۸ھ میں زینب کا انتقال ہو گیا اور حضور ﷺ نے تبرک کے طور پر اپنا تہبند شریف ان کے کفن میں دے دیا اور نماز جنازہ پڑھا کر خود اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کو قبر میں اتارا ان کی قبر شریف بھی جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔

(شرح العلامة الزرقانی، الفصل الثانی فی ذکر اولادہ الکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام)

## حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ

نام لقیط، کنیت ابوالعاص۔ ام المومنین حضرت خدیجہ کے بھانجے تھے۔ صحابی اور داماد رسول اللہ ﷺ ان کے والد علی بن العاص تھے۔ آنحضرت کی بعثت پر یہ ایمان نہ لائے۔ بلکہ غزوہ بدر میں مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑے۔

### نسب

ابوالعاص لقیط بن الربیع بن عبد العزی بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن عب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن منہ، العبشمی القرشی الکنانی۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب ہشتم، ج ۲، ص ۳۲۵)

### حالات زندگی

ابوالعاص بن ربیع حضرت زینب بنت نبی کریم ﷺ کے خاوند تھے۔ جس سے ان کا ایک فرزند جس کا نام علی تھا اور ایک لڑکی جن کا نام امامہ تھا، پیدا ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ حضرت فاطمہ زہراء نے حضرت علی مرتضیٰ کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد آپ حضرت امامہ بنت ابوالعاص سے نکاح کر لیں۔ چنانچہ حضرت علی نے حضرت سیدہ فاطمہ کی وصیت پر عمل کیا۔

(المواہب اللدنیہ و شرح الزرقانی، باب فی ذکر اولاد الکرام، ج ۴، ص ۳۱۸، ۳۱۹)

### داماد رسول ﷺ

اعلان نبوت سے قبل حضرت خدیجہ بنت النبیہ کی فرمائش پر نبی کریم ﷺ نے اپنی بڑی بیٹی حضرت زینب بنت النبیہ کا نکاح ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا۔ ابوالعاص حضرت بی بی خدیجہ بنت النبیہ کی بہن حضرت ہالہ بنت خویلد بنت النبیہ کے بیٹے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ بنت النبیہ کی سفارش سے حضرت زینب بنت النبیہ کا ابوالعاص کے ساتھ نکاح فرما دیا تھا۔ حضرت زینب بنت النبیہ تو مسلمان ہو گئی تھیں مگر ابوالعاص شرک و کفر پر اڑا رہا۔

رمضان ۲ھ میں جب ابوالعاص جنگ بدر سے گرفتار ہو کر مدینہ آئے۔ اس وقت تک حضرت زینب مسلمان ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ ہی میں مقیم تھیں۔ چنانچہ ابوالعاص کو قید سے چھڑانے کے لیے انہوں نے مدینہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو ان کی ماں حضرت خدیجہ نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ یہ ہار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ پا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت زینب کے پاس واپس بھیج دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لے کر ان کو رہا کر دیا کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ ابوالعاص نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت زینب کو اپنے بھائی کنانہ کی حفاظت میں بطن یانج تک بھیج دیا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک انصاری کے ساتھ پہلے ہی مقام بطن یانج میں بھیج دیا تھا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات بطن یانج سے اپنی حفاظت میں حضرت زینب کو مدینہ منورہ لائے۔ جب حضرت زینب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئیں تو کفار قریش نے ان کا راستہ روکا یہاں تک کہ ایک بد نصیب ظالم ہبار بن الاسود نے ان کو نیزہ سے ڈرا کر اونٹ سے گرا دیا جس کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ مگر ان کے دیور کنانہ نے اپنے ترکش سے تیروں کو باہر نکال کر یہ دھمکی دی کہ جو شخص بھی حضرت زینب کے اونٹ کا پیچھا کریگا۔ وہ میرے ان تیروں سے بچ کر نہ جائے گا۔ یہ سن کر کفار قریش سہم گئے۔ پھر سردار مکہ ابوسفیان نے درمیان میں پڑ کر حضرت زینب کے لیے مدینہ منورہ کی روانگی کے لیے راستہ صاف کرا دیا۔ اس کے بعد ابوالعاص محرم 7ھ میں مسلمان ہو کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے آئے اور حضرت زینب کے ساتھ رہنے لگے۔ (مدارج النبوت، السیرۃ النبویہ لابن ہشام)

### غزوہ بدر میں کفار کے ساتھ

جنگ بدر کے قیدیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بن الربیع بھی تھے۔ یہ ہالہ بنت خویلد کے لڑکے تھے اور ہالہ حضرت خدیجہ کی حقیقی بہن تھیں۔

ابتدائی زمانہ تک یہی حکم جاری تھا اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو

صاحبزادیوں کا نکاح عتبہ بن ابی لہب اور ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا تھا حالانکہ یہ دونوں کفر پر تھے، بعد میں وہ آیات نازل ہوئی جن میں مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے حرام قرار پایا۔ (تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ہود: ۳۸۔ تفسیر قرطبی)

انہوں نے وعدہ کو پورا کیا اور حضرت زینب کو بھیج دیا اور پھر بعد میں خود بھی اسلام قبول کر لیا۔ (الاصابة فی حرف العین)

### قبول اسلام

ابوالعاص رہا ہو کر مدینہ سے مکہ آئے اور حضرت زینب کو مدینہ بھیج دیا۔ ابوالعاص بہت بڑے تاجر تھے یہ مکہ سے اپنا سامان تجارت لے کر شام گئے اور وہاں سے خوب نفع کما کر مکہ آ رہے تھے کہ مسلمان مجاہدین نے ان کے قافلہ پر حملہ کر کے ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور یہ مال غنیمت تمام سپاہیوں میں تقسیم بھی ہو گیا۔ ابوالعاص چھپ کر مدینہ پہنچے اور حضرت زینب نے ان کو پناہ دے کر اپنے گھر میں اتارا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اگر تم لوگوں کی خوشی ہو تو ابوالعاص کا مال و سامان واپس کر دو۔ فرمان رسالت کا اشارہ پاتے ہی تمام مجاہدین نے سارا مال و سامان ابوالعاص کے سامنے رکھ دیا۔ ابوالعاص اپنا سارا مال و اسباب لے کر مکہ آئے اور اپنے تمام تجارت کے شریکوں کو پائی پائی کا حساب سمجھا کر اور سب کو اس کے حصہ کی رقم ادا کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور اہل مکہ سے کہہ دیا کہ میں یہاں آ کر اور سب کا پورا پورا حساب ادا کر کے مدینہ جاتا ہوں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ابوالعاص ہمارا روپیہ لے کر تقاضا کے ڈر سے مسلمان ہو کر مدینہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد حضرت ابوالعاص مدینہ آ کر حضرت زینب کے ساتھ رہنے لگے۔

(السیرة النبویة لابن ہشام، اسلام ابی العاص بن الربیع، ص ۲۷۲، تاریخ طبری)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے داماد سیدہ زینب کے شوہر ابوالعاص بن ربیع کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ”اس نے مجھ سے بات کی اور سچی بات کی اور اس نے مجھ

سے وعدہ کیا اور اسے پورا کر دکھایا۔“ (بخاری، مسلم)

## وفات

۱۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سز کردگی میں یمن جانے والے سر یہ میں شریک ہوئے۔  
یمن سے واپسی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اس علاقہ کا عامل بنا دیا۔ آپ کی وفات ماہ  
ذوالحجہ ۱۲ھ مطابق ماہ فروری ۶۳۲ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

## محبت کی ایک لازوال داستان

ابوالعاص بعثت سے پہلے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میں اپنے  
لیے آپ کی بڑی بیٹی زینب کا ہاتھ مانگنے آیا ہوں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ گھر جا کر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب سے کہا: تیرے خالہ کے بیٹے نے تیرا نام لیا ہے کیا تم اس پر  
راضی ہو؟

زینب کا چہرہ سرخ ہوا اور مسکرائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر باہر تشریف لے گئے اور  
ابوالعاص بن الربیع کا رشتہ زینب کے لیے قبول کیا۔ یہاں سے محبت کی ایک داستان شروع  
ہوتی ہے۔ ابوالعاص سے زینب کا بیٹا "علی" اور بیٹی "امامتہ" پیدا ہوئے۔  
پھر آزمائش شروع ہو جاتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ اللہ کے  
رسول بن گئے، ابوالعاص کہیں سفر میں تھے جب واپس آیا تو بیوی اسلام قبول کر چکی تھی۔  
جب گھر میں داخل ہوا بیوی نے کہا: میرے پاس تمہارے لیے ایک عظیم خبر ہے۔  
یہ سن کر وہ اٹھ کر باہر نکلتا ہے۔ زینب خوفزدہ ہو کر ان کے پیچھے پیچھے باہر نکلتی ہے اور  
کہتی ہے: میرے ابو نبی بنائے گئے ہیں اور میں اسلام قبول کر چکی ہوں۔

ابوالعاص: تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟

اب دونوں کے درمیان ایک بڑا مسئلہ پیدا ہوتا ہے جو کہ عقیدے کا مسئلہ تھا۔

زینب: میں اپنے ابو کو جھٹلا نہیں سکتی، نہ ہی میرے ابو کبھی جھوٹے تھے وہ تو صادق اور امین ہیں، میں اکیلی نہیں ہوں میری ماں اور بہنیں بھی اسلام قبول کر چکی ہیں، میرا چاچا زاد بھائی علی بن ابی طالب بھی اسلام قبول کر چکے ہیں، تیرا چاچا زاد عثمان بن عفان بھی مسلمان ہو چکے ہیں، تیرے دوست حضرت ابو بکر بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

ابوالعاص: مگر میں نہیں چاہتا کہ لوگ یہ کہیں کہ اپنی قوم کو چھوڑ دیا، اپنے آبا و اجداد کو جھٹلایا۔ تیرے ابو کو ملامت نہیں کرتا ہوں۔

بہر حال ابوالعاص نے اسلام قبول نہیں کیا یہاں تک کہ ہجرت کا زمانہ آ گیا اور زینب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دیں گے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے شوہر اور بچوں کے پاس ہی رہو۔

وقت گزرتا گیا اور دونوں اپنے بچوں کے ساتھ مکہ میں ہی رہے یہاں تک کہ غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا اور ابوالعاص قریش کی فوج کے ساتھ اپنے سر کے خلاف لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔

زینب خوفزدہ تھی کہ اس کا شوہر اس کے والد گرامی ﷺ کے خلاف جنگ لڑے گا اس لیے روتی ہوئی کہتی تھی: اے اللہ میں ایسے دن سے ڈرتی ہوں کہ میرے بچے یتیم ہوں یا اپنے والد گرامی کو کھودوں۔

ابوالعاص بن الربیع رسول اللہ ﷺ کے خلاف بدر میں لڑے، جنگ ختم ہوئی تو داماد سر کے قید میں تھا، خبر مکہ پہنچ گئی کہ ابوالعاص جنگی قیدی بنائے گئے۔ زینب پوچھتی رہی کہ میرے والد کا کیا بنا؟ لوگوں نے بتایا کہ مسلمان تو جنگ جیت گئے اس پر حضرت زینب نے سجدہ شکر ادا کیا۔



پھر پوچھا: میرے شوہر کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: اس کو اس کے سر نے جنگی قیدی بنایا۔

زینب نے کہا: میں اپنے شوہر کا فدیہ (دیت) بھیج دوں گی۔

شوہر کا فدیہ دینے کے لیے زینب کے پاس کوئی قیمتی چیز نہیں تھی اس لیے اپنی والدہ ام المومنین خدیجہ کا ہار اپنے گلے سے اتار دیا اور ابو العاص بن الربیع کے بھائی کو دے کر اپنے والد ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ ایک ایک قیدی کا فدیہ وصول کر کے ان کو آزاد کر رہے تھے اچانک اپنی زوجہ خدیجہ کے ہار پر نظر پڑی تو چھا: یہ کس کا فدیہ ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ابو العاص بن الربیع کا فدیہ ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا: یہ تو خدیجہ کا ہار ہے، پھر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے لوگو یہ شخص براداماد نہیں کیا میں اس کو رہا کروں؟ اگر تم اجازت دیتے ہو میں اس کا ہار بھی اس کو واپس کر دوں؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ۔

رسول اللہ ﷺ نے ہار ابو العاص کو تھادیا اور فرمایا: زینب سے کہو کہ خدیجہ کے ہار کا خیال رکھے۔

پھر فرمایا: اے ابو العاص کیا میں تم سے تنہائی میں کوئی بات کر سکتا ہوں؟ ان کو ایک طرف لے جا کر فرمایا: اے ابو العاص اللہ نے مجھے کافر شوہر اور مسلمان بیوی کے درمیان جدائی کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے میری بیٹی کو میرے حوالے کر دو گے؟ ابو العاص نے کہا: جی ہاں۔

دوسری طرف زینب شوہر کے استقبال کے لیے گھر سے نکل کر مکہ کے داخلی راستے پر ان کی راہ دیکھ رہی تھی۔ جب ابو العاص کی نظر اپنی بیوی پر پڑی فوراً کہا: میں جا رہا ہوں۔ زینب نے کہا: کہاں؟

ابوالعاص: میں نہیں تم اپنے باپ کے پاس جانے والی ہو۔

زینب: کیوں؟

ابوالعاص: میری اور تمہاری جدائی کے لیے۔ جاو اپنے باپ کے پاس جاو۔

زینب: کیا تم میرے ساتھ جاو گے اور اسلام قبول کرو گے؟

ابوالعاص: نہیں۔

زینب اپنے بیٹے اور بیٹی کو لے کر مدینہ منورہ چلی گئی۔ جہاں ۶ سال کے دوران کئی رشتے آئے مگر زینب نے قبول نہیں اور اسی امید سے انتظار کرنے لگی کہ شوہر شاید اسلام قبول کر کے آئے گا۔

۶ سال کے بعد ابوالعاص ایک قافلے کے ساتھ مکہ سے شام کے سفر پر روانہ ہوا، سفر کے دوران راستے میں صحابہ کی ایک جماعت نے ان کو گرفتار کر کے ساتھ مدینہ لے گئے، مدینہ جاتے ہوئے زینب اور ان کے گھر کے بارے میں پوچھا، فجر کی آذان کے وقت زینب کے دروازے پر پہنچا۔

زینب نے ان پر نظر پڑتے ہی پوچھا کیا اسلام قبول کر چکے ہو؟

ابوالعاص: نہیں۔

زینب: ڈرنے کی ضرورت نہیں خالہ زاد کو خوش آمدید، علی اور امامہ کے باپ کو خوش

آمدید۔

رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی تو مسجد کے آخری حصے سے آواز آئی کہ: میں

ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دیتی ہو۔

نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگوں نے سن لیا جو میں نے سنا ہے؟

سب نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ۔

زینب نے کہا: اے اللہ کے رسول ابوالعاص میرا خالہ زاد ہے اور میرے بچوں د

باپ ہے میں ان کو پناہ دیتی ہو۔

نبی ﷺ نے قبول کر لی اور فرمایا: اے لوگو یہ براداماد نہیں، اس شخص نے مجھ سے جو بھی بات کی سچ بولا اور جو وعدہ کیا وہ نبھایا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اس کو اس کا مال واپس کر کے اس کو چھوڑ دیا جائے یہ اپنے شہر چلا جائے یہ مجھے پسند ہے۔ اگر نہیں چاہتے ہو تو یہ تمہارا حق ہے اور تمہاری مرضی ہے میں تمہیں ملامت نہیں کروں گا۔

لوگوں نے کہا: ہم اس کا مال اس کو واپس کر کے اس کو جانے دینا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے زینب تم نے جس کو پناہ دی ہم بھی اس کو پناہ دیتے

ہیں۔

اس پر ابو العاص زینب کے ساتھ ان کے گھر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے

زینب سے فرمایا: اے زینب ان کا اکرام کرو یہ تیرا خالہ زاد ہے اور بچوں کا باپ ہے مگر یہ تمہارے قریب نہ آئے کیونکہ یہ تمہارے لیے حلال نہیں۔

زینب نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ۔

گھر جا کر ابو العاص بن ربیع سے کہا: اے ابو العاص جدائی نے تجھے تھکا دیا ہے کیا

اسلام قبول کر کے ہمارے ساتھ رہو گے۔

ابو العاص: نہیں۔

اپنا مال لے کر مکہ روانہ ہو گئے جبکہ مکہ پہنچے تو کہا: اے لوگو: یہ لو اپنے اپنے مال، کیا کسی

کا کوئی مال میرے ذمے ہے؟

لوگوں نے کہا: اللہ تمہیں بدلہ دے تم نے بہتر وعدہ نبھایا۔

ابو العاص نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ

کے رسول ہیں۔ اس کے بعد مدینہ روانہ ہوئے اور جب مدینہ پہنچے تو پھر فجر کا وقت تھا۔

سیدھا نبی ﷺ کے پاس گئے اور کہا: کل آپ نے مجھے پناہ دی تھی اور آج میں یہ کہنے آیا

ہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔  
ابوالعاص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا زینب کے ساتھ رجوع کی اجازت دیتے ہیں؟

نبی ﷺ ابوالعاص کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: آدمیرے ساتھ، زینب کے دروازے پر لے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا اور زینب سے فرمایا: یہ تمہارا خالہ زاد واپس آیا ہے تم سے رجوع کی اجازت مانگ رہا ہے کیا تمہیں قبول ہے؟  
زینب کا چہرہ سرخ ہوا اور مسکرائی۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس واقعے کے صرف ایک سال بعد زینب کا انتقال ہوا جس پر ابوالعاص زار و قطار رونے لگے حتیٰ کہ لوگوں کے سامنے اور رسول اللہ ﷺ ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر تسلی دیتے تھے، جواب میں ابوالعاص کہتے: اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی قسم زینب کے بغیر میں دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتا اور ایک سال کے بعد ہی ابوالعاص بھی انتقال کر گئے۔ (التاریخ الاسلامی)

### امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا

امامہ بنت ابی العاص بن الربیع بن عبدالعزی بن عبد شمس بن عبد مناف۔  
امامہ بنت ابی العاصیا امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا، ابوالعاص بن ربیع کی صاحبزادی اور رسول اللہ ﷺ کی نواسی تھیں۔

### امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ

شجرہ نسب یہ ہے: امامہ بنت ابی العاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبد شمس بن عبد مناف۔ امامہ علی ابن زینب کی بہن تھیں۔

### امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح

فاطمہ الزہراء کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی، امامہ کے بطن سے ایک بیٹے محمد پیدا ہوئے۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، مفتی احمد یار خان) ۴۰ھ میں علی نے شہادت پائی تو مغیرہ بن نوفل (عبدالمطلب کے پڑپوتے) کو وصیت کر گئے کہ امامہ سے نکاح کر لیں۔ مغیرہ نے وصیت کی تعمیل کی۔، فاطمہ زہرا نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد میری بھانجی امامہ سے نکاح کرنا یہ نکاح زبیر ابن عوام کے اہتمام سے ہوا۔ (اجمال ترجمہ اکمال، خطیب بغدادی، صفحہ ۷)

### امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا ۶۶ھ میں انتقال کر گئیں۔

### نانا کی محبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی۔ آپ ان کو اوقات نماز میں بھی جدا نہ کرتے تھے۔ امامہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سن شعور کو پہنچ چکی تھیں۔ ابو قتادہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ لوگوں کی امامت کرتے تھے اور امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھے پر ہوتیں جب رکوع کرتے تو انہیں اتار دیتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو انہیں لوٹا لیتے۔ (صحیح بخاری)



## باب دوم

## حضرت رقیہ بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں دوسری صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔  
خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے نبوت سے سات سال قبل پیدا ہوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے قبل ابولہب کے بیٹے عتبہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ  
عنہا کا نکاح ہوا لیکن رخصتی سے قبل ہی طلاق ہوئی۔ جس کے لیے ایک روایت یہ ہے کہ  
اسلام مخالفت کی بنا پر ہوئی اور ایک روایت کے مطابق عتبہ نے اپنے والدین کے اظہار  
ناراضی پر طلاق دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے منصب پر فائز ہوئے تو حضرت رقیہ رضی  
اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی ابتدائی سالوں میں  
اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے اسلام لانے کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عثمان غنی  
رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔

نبوت کے پانچویں سال پہلی ہجرت حبشہ میں یہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت  
عثمان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حبشہ میں ایک عرصے تک رہنے کے بعد دونوں مکہ گئے لیکن  
تھوڑے دن بعد مدینہ منورہ چلے گئے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ایک صاحبزادے عبد اللہ پیدا ہوئے لیکن کم عمری میں انتقال  
کیا۔ اس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔

۲ ہجری میں غزوہ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری

کی خاطر حضرت عثمان رضی اللہ عنہا غزوہ میں شریک نہ ہو سکے اور اسی سال آپ کا انتقال ہو گیا۔

اظہار نبوت سے سات برس قبل جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا تینتیسواں سال تھا یہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں پہلے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا مگر ابھی رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی کہ سورہ تبت یدا نازل ہوئی اس غصہ میں ابولہب کے بیٹے عتبہ نے رقیہ کو طلاق دے دی اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی سے ان کا نکاح کر دیا اور ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دونوں صاحب الہجر تین (دو ہجرتوں والے) کے معزز لقب سے سرفراز ہوئے۔ جنگ بدر کے دنوں میں حضرت رقیہ زیادہ بیمار تھیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دے دیا اور جنگ بدر میں جانے سے روک دیا حضرت زید بن حارثہ جس دن جنگ بدر میں فتح مہین کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے اسی دن بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیس برس کی عمر پا کر مدینہ میں انتقال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کی وجہ سے ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے عثمان غنی اگرچہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنگ بدر کے مجاہدین میں شمار فرمایا اور مجاہدین کے برابر مال غنیمت میں سے حصہ بھی عطا فرمایا حضرت رقیہ کے شکم مبارک سے ایک فرزند پیدا ہوئے تھے جن کا نام عبد اللہ تھا مگر وہ اپنی والدہ کی وفات کے بعد ۴ھ میں وفات پا گئے بی بی رقیہ کی قبر بھی جنت البقیع میں ہے۔

(شرح العلامة الزرقانی، الفصل الثانی فی ذکر اولادہ الکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام)

### حضرت ام کلثوم بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت خدیجہ بنتی عنہا کے بطن سے تھیں

اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری صاحبزادی تھیں۔ نبوت سے کچھ عرصہ قبل پیدا ہوئیں۔ اپنی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

اکثر اہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے چھ سال قبل پیدا ہوئیں۔

حضرت ام کلثوم کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا لیکن رخصتی سے قبل طلاق ہوئی جس کی وجہ ابولہب کی اسلام دشمنی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت رقیہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ۲ھ میں غزوہ بدر کے موقع پر رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو عثمان رضی اللہ عنہ بہت مغموم رہنے لگے۔ انہیں اس بات کا بہت زیادہ غم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت داری کا جو اہم رشتہ تھا وہ ٹوٹ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۳ھ میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور اس حوالے سے عثمان رضی اللہ عنہ کو رقیہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا شرف پھر حاصل ہوا۔ اسی لیے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" یعنی دونوروں والا کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے ساتھ حضرت ام کلثوم نے بھی ہجرت کی اور باقی عرصہ مدینہ میں ہی گزارا۔ حضرت ام کلثوم نے شعبان ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی۔ ایک روایت کے مطابق یہ پہلے ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے بیاہی گئی تھیں مگر سورہ تبت یدا میں ابولہب کی برائی سن کر عتیبہ اس قدر طیش میں آ گیا کہ اس نے گستاخی کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جھپٹ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پیراہن شریف کو پھاڑ ڈالا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دلوا دی۔



حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب نازک پر اس گستاخی اور بے ادبی سے انتہائی صدمہ گزرا اور جوش غم سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے کہ۔ یا اللہ عزوجل! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط فرمادے۔ اس دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اثر ہوا کہ ملک شام کے راستہ میں یہ قافلہ کے بیچ میں سویا تھا اور ابو لہب قافلہ والوں کے ساتھ پہرہ دے رہا تھا مگر اچانک ایک شیر آیا اور عتیبہ کے سر کو چبا گیا اور وہ مر گیا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں ان کو دفن فرمایا۔

(شرح العلامة الزرقانی، الفصل الثانی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت سیدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما تھے اور آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔

بروایت دیگر ان کا نکاح بعثت نبوی سے پہلے عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دعوت اسلام دینی شروع کی تو ابی لہب اور اسکی بیوی آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ غیرت الہی جوش میں آئی اور سورۃ ”تَبَّتْ يَدَا ابْنِ لَهَبٍ وَتَبَّ“ نازل ہوئی۔ ابو لہب کو سخت غصہ آیا۔ اسکے ایک بیٹے عتبہ کے نکاح میں رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں اور دوسرے بیٹے عتیبہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا (اگرچہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی) ابو لہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر ان سے مخاطب ہو کر کہا:

رَأْسِي مِنْ رَأْسِكَ حَرَامٌ لَمْ تُطْلِقِ ابْنَتَهُ

یعنی میرا اٹھنا بیٹھنا تمہارے ساتھ حرام ہے اگر تم نے اس (محمد) کی لڑکی کو طلاق نہ دی۔

دونوں بیٹوں نے بد بخت باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ عتبہ نے حضرت رقیہ کو اور عتیبہ نے حضرت ام کلثوم کو طلاق دے دی۔ واقعہ طلاق کے بعد حضرت رقیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ اس نکاح کو چند ہی سال گزرے تھے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وقت آخر آ پہنچا اور انہوں نے ۲ سنہ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہا کو انکی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ اسی زمانے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہوئیں۔ انہوں نے حضرت عثمان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ حفصہ سے نکاح کر لیں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تامل کیا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت مغموم رہنے لگے تھے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت مغموم رہنے لگے تھے۔ ان کے ذہن میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا تھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا فخر ان سے چھن گیا ہے۔ نیز یہ بھی ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ تھا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں کوئی دوسری عورت نہ تھی۔

اسی دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر میدان بدر میں مرتبہ شہادت پر فائز ہو چکے تھے۔ انہیں اپنی بیٹی کا گھر پھر سے بسانے کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ خوب سوچ بچار کے بعد ان کے ذہن میں ایک تجویز آئی اور اسے عملی جامہ پہنانے کی خاطر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں کہا کہ کیا ہی اچھا

ہو، اگر آپ میری بیٹی کو اپنی زوجیت میں قبول کریں۔ اس سے ہم دونوں کی مشکل آسان ہو جائے گی۔ آپ کو بیوی مل جائے گی اور میری بیٹی کو آپ جیسا عظیم شوہر۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تجویز پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے سوچنے کے لئے کچھ مہلت مانگی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب ان کی دوبارہ ملاقات ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ”اے عمر رضی اللہ عنہ! ابھی میرا شادی کا ارادہ نہیں ہے۔“

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے بھی یہی تجویز رکھی کہ اگر آپ پسند کریں تو میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کے عقد میں دے دوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بات پر دھیرے سے مسکرائے اور خاموش رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دوست کی اس خاموشی کا مطلب سمجھ گئے۔

اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا بیان کیا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری داستان سننے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ ”اے عمر رضی اللہ عنہ! غم نہ کرو۔ حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ شادی کرے گا جو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی اس سے ہوگی جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہے۔“

چنانچہ تھوڑے ہی عرصے بعد یہ بات سچ ہوئی۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر کے انہیں ذوالنوین بنا دیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے عقد میں لے کر ام المومنین۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ربیع الاول 3 ہجری میں ہوا اور جمادی الآخر میں رخصتی ہوئی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اعلانِ نبوت سے چھ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے کچھ عرصہ بعد حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ابو لہب کے بیٹے عتیبہ سے کیا گیا جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد اپنے باپ کے حکم پر حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علق میں آنے کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے نہایت خوشی و خرمی سے وقت گزارا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کی تمام ضروریات کا پورا پورا خیال رکھتے تھے اور آپ کو کسی قسم کی کمی نہ ہونے دیتے تھے۔ ان کی زندگی میں کمی صرف ایک تھی۔ وہ یہ کہ اللہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اولاد سے نہیں نوازا تھا، اور جیسا کہ بعد کے واقعات نے ثابت کیا، اس کی میں بھی رب کریم کی مصلحت پوشیدہ تھی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ساتھ تقریباً چھ برس رہا۔ شعبان ۹ ہجری میں آپ خالق حقیقی سے جا ملیں۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر 22 برس تھی۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ”اگر میرے دس بیٹیاں بھی ہوتیں تو عثمان رضی اللہ عنہ کی تزویج میں دے دیتا۔“

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اس نکاح کے بعد چھ برس تک حیات رہیں۔ انہوں نے شعبان سنہ ۹ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب، حضرت ام عطیہ اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق غسل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن کیلئے اپنی چادر دی اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن اسلم رضی اللہ عنہ قبر میں اترے اور سیدۃ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

### حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن عفان اموی قریشی اسلام کے تیسرے خلیفہ، داماد رسول، اور جامع قرآن تھے۔ عثمان غنی سابقین اسلام میں شامل اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے، ان کی کنیت ذو النورین ہے کیونکہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں سے نکاح کیا تھا، پہلے حضرت رقیہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، پھر ان کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا۔

حضرت عثمان غنی پہلے صحابی ہیں جنھوں نے سرزمین حبشہ کی ہجرت کی، بعد میں دیگر صحابہ بھی آپ کے پیچھے حبشہ پہنچے۔ بعد ازاں دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی جانب کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر مکمل اعتماد، اور ان کی فطری حیاء و شرافت اور جو انھوں نے اپنے مال کے ذریعہ اہل ایمان کی نصرت کی تھی، اس کی انتہائی قدر کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ کے ساتھ ان کو بھی جنت اور شہادت کی موت کی خوش خبری دی۔ (مختصر تذکرہ)

سنہ ۲۳ھ (۶۴۴ء) میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مشورہ سے آپ کو خلافت کی ذمہ داری سونپی گئی، جسے انھوں نے ۶۴۴ء سے ۶۵۶ء تک انجام دی۔ (موقع الرقیۃ الشرعیۃ)

ان کے عہد خلافت میں جمع قرآن مکمل ہوا، مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع ہوئی، اور قفقاز، خراسان، کرمان، سیستان، افریقیہ اور قبرص فتح ہو کر سلطنت اسلامی میں شامل ہوئے۔ نیز انھوں نے اسلامی ممالک کے ساحلوں کو بیزنطینیوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اولین مسلم بحری فوج بھی بنائی۔ (الخلافة والخلفاء الراشدون، ص: ۲۲۲)

ان کا زمانہ خلافت بارہ سال کے عرصہ پر محیط ہے، جس میں آخری کے چھ سالوں میں کچھ ناخوشگوار حادثات پیش آئے، جو بالآخر ان کی شہادت پر منتج ہوئے۔

(طبقات ابن سعد، البدایہ والنہایہ)

سنہ ۳۵ھ، ۱۸ ذی الحجہ، بروز جمعہ بیاسی سال کی عمر میں انھیں ان کے گھر میں قرآن کریم کی تلاوت کے دوران شہید کر دیا گیا، اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (تاریخ الامم والملوک، الکامل فی التاريخ)

### حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب

عثمان غنی کا نسب حسب ذیل ہے: عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن قصی بن ابلاب بن مرہ بن کعب بن عبا بن لوی بن غالب بن فہر بن فہر بن مالک بن مالک بن النضر بن کنانہ (اسی کا لقب قریش تھا) بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن معد بن عدنان، عثمان غنی کا نسب عبد مناف بن قصی کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔

والدہ: اروی بنت کریم بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن ابلاب بن مرہ بن کعب بن عبا بن لوی بن غالب بن فہر بن فہر بن مالک بن مالک بن النضر بن کنانہ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن معد بن عدنان، ان کی والدہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں، اور ان کی نانی کا نام بیضا بنت عبدالمطلب تھا۔ (تاریخ الامم والملوک، الکامل فی التاريخ)

### نشوونما

حضرت عثمان بن عفان کی پیدائش سنہ ۵۷ء میں عام الفیل کے چھ سال بعد طائف میں ہوئی۔ (کتاب عثمان بن عفان)

تاہم ایک قول مکہ میں پیدائش کا بھی ہے۔ (صحابہ رسول اللہ)

یہ قریش کی ایک شاخ بنو امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف میں پیدا ہوئے، یہ قبیلہ سرداران قریش میں سے تھا۔ ان کے والد عفان ابوسفیان بن حرب کے چچا زاد بھائی تھے۔ عثمان غنی کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام آمنہ بنت عفان تھا۔ عفان کے انتقال کے بعد

ان کی والدہ نے عقبہ بن ابی معیط سے نکاح کر لیا، جس سے تین بیٹے اور بیٹیاں ہوئیں، ولید بن عقبہ، خالد بن عقبہ، عمارۃ بن عقبہ اور ام کلثوم بنت عقبہ، یہ سب عثمان غنی کے ماں شریک بھائی بہن تھے۔ (نداء الایمان لطبقات الکبریٰ)

حضرت عثمان غنی کی والدہ اروی بنت کریم نے اسلام قبول کیا تھا اور انہی کے دور خلافت میں وفات پائیں۔ (اخلافة الراشدة والدولة الامویة)

جبکہ ان کے والد عفان کا انتقال زمانہ جاہلیت ہی میں ہو گیا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت ہی سے انتہائی شریف الطبع۔ (صحابہ رسول اللہ)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت ہی سے انتہائی ذہین اور صاحب الرائے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل کبھی کسی بت کو سجدہ کیا اور نہ شراب پی۔

(مشروع سلسلۃ العلامتین الوقفی)

نیز علوم عرب مثلاً انساب، امثال اور جنگوں کے بڑے عالم تھے، شام اور حبشہ کا سفر کیا تو وہاں غیر عرب قوموں کے ساتھ رہنے کا موقع ملا، جس کی وجہ سے ان اقوام کے حالات، طور طریقے اور رسم و رواج سے انھیں واقفیت حاصل ہوئی، یہ خصوصیت ان کی قوم میں کسی اور شخص کو حاصل نہیں تھی۔ (عبریۃ عثمان از عقاد، ص: ۷۲)

حضرت عثمان غنی کا پیشہ تجارت تھا جو ان کے والد سے انھیں وراثت میں ملی تھی، اس پیشہ سے انھوں نے خوب دولت حاصل کی اور بنو امیہ کی اہم شخصیات میں شمار ہونے لگے۔ عثمان غنی انتہائی سخی اور کریم النفس تھے، زمانہ جاہلیت میں ان کی کنیت ابو عمر تھی، لیکن جب رقیہ بنت محمد سے ان کے گھر میں عبد اللہ کی ولادت ہوئی تو مسلمان ان کو ابو عبد اللہ کی کنیت سے پکارنے لگے۔ (التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان، ص: ۱۹)

### سلامت فطرت

آپ ﷺ سلیم الفطرت ہونے کی وجہ سے شراب سے نفرت کرتے تھے۔ اسی

طرح گانا، بجانا، لہو و لعب اور زنا کاری سے بھی طبعاً مجتنب تھے۔

### حلیہ مبارک

آپ ﷺ کا رنگ سفید تھا۔ جس میں کچھ زردی کی آمیزش تھی۔ بال سیدھے تھے یعنی گھنگریالے نہیں تھے۔ ناک ابھری ہوئی تھی۔ پنڈلیوں اور دونوں بازوؤں پر بال کثرت سے تھے۔ سینہ چوڑا تھا۔ چہرہ پر چچک کے کچھ نشانات تھے۔ دانت ہموار اور داڑھی گنجان تھی۔

### حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لباس

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آدھی پنڈلی تک لنگی باندھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی ایسی ہوا کرتی تھی۔

### حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی غذا

آپ ﷺ کی غذا بھی عمدہ اور پر تکلف استعمال فرماتے تھے۔ آپ پہلے خلیفہ تھے جن کے لیے آٹا چھنا جاتا تھا۔

### حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انداز گفتگو

آپ ﷺ فطرتاً کم گو تھے لیکن جب کسی موضوع پر اظہار خیال فرماتے تو گفتگو سیر حاصل کرتے اور بلیغ کرتے تھے۔

### عبادت و خشیت

آپ ﷺ نماز بے حد خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے۔ اس میں اس درجہ محویت ہوتی تھی کہ گرد و پیش کی کوئی خبر نہیں رہتی تھی۔ حضرت عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے جنت اور دوزخ کے



درمیان کھڑا کر دیا جائے اور مجھے معلوم نہ ہو کہ دونوں میں سے کس طرف جانے کا حکم ملے گا تو اس بات کے جاننے سے پہلے ہی مجھے راکھ بن جانا پسند ہوگا کہ دونوں طرف میں سے کس میں جانا ہے۔

### اخلاق حمیدہ

ابن عسا کر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے خلق میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہیں۔

### منکسر المزاج

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ہمدانی نے بتایا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نخر پر سوار ہیں اور ان کا غلام نائل ان کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔

حضرت عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کو اپنے وضو کا انتظام خود کیا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا اگر آپ اپنے کسی خادم سے کہہ دیں تو وہ یہ انتظام کر دیا کرے گا۔ آپ نے فرمایا رات ان کی اپنی ہے۔ جس میں وہ آرام کرتے ہیں۔

### کتابت وحی

چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ لہذا اسلام لانے کے بعد آپ کو کتابت وحی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ میں نے خود عثمان رضی اللہ عنہ کو اس گھر میں دیکھا ہے کہ رات کے وقت گرمی کے موسم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول گرانی محسوس کر رہے ہیں۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وحی لکھ رہے تھے۔

ازواج و اولاد

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پہلا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا لیکن ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو کر جلد انتقال ہو گیا۔ اسی کی نسبت سے آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ ۳ھ میں غزوہ بدر جس روز ختم ہوا اسی دن ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے نکاح فرمائے۔

ہجرت حبشہ

جب مشرکین مکہ کے ظلم و ستم کی انتہاء ہو گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی مہاجرین کا پہلا قافلہ گیارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل تھا جن میں حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔

ہجرت مدینہ

بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد جب مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا عام حکم ہوا تو حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما وہاں پہنچ گئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے متصل ایک زمین کا قطعہ ان کو رہائش کے عطا فرمایا۔

مکہ مکرمہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مواخات حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھی مدینہ پہنچنے پر جب مہاجرین و انصار میں مواخات قائم ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مواخاتی بھائی حضرت اوس بن ثابت بن منذر رضی اللہ عنہ کو بنایا جو شاعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھائی اور بڑے مرتبہ کے صحابی تھے۔

مدت خلافت: تقریباً ۱۲ سال

### قبول اسلام

حضرت عثمان بن عفان نے چالیس سال کی عمر میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ آپ پہلے اسلام قبول کرنے والے لوگوں میں شامل ہیں۔ آپ ایک خداترس اور غنی انسان تھے۔ آپ فیاض دلی سے دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرتے۔ اسی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو غنی کا خطاب دیا۔

### ذوالنورین

ذوالنورین کا مطلب ہے دو نور والا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لئے ذوالنورین کہا جاتا ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں بیٹے بعد دیگرے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ منقول ہے کہ آج تک کسی انسان کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ اس کے عقد میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں (سنن البیہقی)۔ آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں کیا جاتا ہے یعنی وہ دس صحابہ کرام جن کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ (دونوروں والا) آپ کی شادی پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ سے ہوئی اور رقیہ کی وفات کے بعد پھر آپ کا نکاح حضور کی دوسری بیٹی ام کلثوم سے ہوا۔ اسی نسبت سے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا دنیا میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں آئی ہوں، اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اولین اور اول مہاجرین عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جمع قرآن کی عزت عطا فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء)

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عثمان سے فرمایا:

”اے عثمان! اللہ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا لوگ اتارنا چاہیں گے تو مت اتارنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے ایک کمیٹی تشکیل دی جس میں چھ صحابی شامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کمیٹی میں شامل تھے۔ اس کمیٹی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ آپ نے بارہ سال خلافت کی ذمہ داریاں سرانجام دیں۔ آپ کے دور خلافت میں ایران اور شمالی افریقا کا کافی علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل ہوا۔

## جامع قرآن

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔ (قرآن کیسے جمع ہوا) ابن ابی داؤد نے بسند صحیح حضرت سوید بن غفلہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا حضرت علی کا فرمان ہے کہ حضرت عثمان کے بارے میں خیر ہی کہو؛ کیونکہ انہوں نے مصاحف کے بارے میں جو کچھ بھی کیا صرف اپنی رائے سے نہیں بلکہ ہماری ایک جماعت کے مشورہ سے کیا گیا۔ (الاتقان ص: ۶۱)

ان ہی سے روایت ہے میں خلیفہ ہوتا تو مصحف کے بارے میں وہی کرتا جو حضرت عثمان نے کیا ”اختلاف لغات“ قبائل عرب میں عربی زبان میں کافی اختلافات تھے مثلاً جس کلمہ، مضارع کا عین ماضی مکسور ہو اس کی علامات مضارع ا۔ ت۔۔ ن کو غیر اہل حجاز کسرہ دیتے تھے اسی طرح علامات مضارع کوی کو جب کہ اس کے بعد کوئی دوسری یا ہو اس لئے وہ تعلم م پیش کے ساتھ کو تعلم ت زیر اور م زبر کے ساتھ بولتے۔ (شرح کافیہ للرضی)

اسی طرح نبی ہذیل حتی کو عتی اہل مدینہ کے یہاں تابوت کا تلفظ تابوہ تھا بنی قیس کاف تانیث کے بعدش بولتے ضربک کی بجاءے ضربکش کہتے اس طریقہ تلفظ کو کشکشہ قیس سے تعبیر کیا جاتا بنی تمیم ان ناصبہ کو عن کہتے، اسی طرح ان کے نزدیک لیس کے مشابہ ماوا مطلقا وال نہیں، ماہذ ابشر ان کے لغت پر ماہذ ابشر ہوگا اسی طرح کے اور بہت سے اختلاف تھے۔

### حدیث میں ذکر

ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

روایت کردہ حدیث میں ہے کہ:

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی  
ہیں، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں، طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں، زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی  
ہیں، عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں، سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں، سعید رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ جنتی ہیں، ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں۔ (جامع ترمذی)

### حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت

اسلام کے دشمنوں خاص کر مسلمان نما منافقوں کو خلافت راشدہ اک نظر نہ بھاتی تھی۔ یہ منافق رسول اللہ سے بھی دنیاوی بادشاہوں کی طرح یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ بھی اپنا کوئی ولی عہد مقرر کریں گے۔ ان منافقوں کی ناپاک خواہش پر اس وقت کاری ضرب لگی جب امت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسلام کا پہلا متفقہ خلیفہ بنا لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کے بعد ان منافقوں کے سینے پر اس وقت سانپ لوٹ گیا جب امت نے کمال اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اسلام چن لیا۔ حضرت عمر کے بعد پ کا سریر آراء خلافت ہونا بھی ان مسلمان نما منافقوں کے لئے صدمہ جانکناہ سے کم نہ تھا۔ انھوں نے آپ کی نرم دلی کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور آپ کو شہید کرنے کی ناپاک سازش کی اور ایسے وقت

میں کا شانہ خلافت کا محاصرہ کیا جب اکثر صحابہ کرام حج کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی جان کی خاطر کسی مسلمان کو مزاحمت کرنے کی اجازت نہ دی۔ روایوں کی جانب سے یہ بات پورے وثوق سے لکھی گئی ہے کہ اس سانحہ میں ملوث باغیوں میں حضرت ابو بکر کا بیٹا محمد بن ابی بکر بھی شامل تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس صورتحال سے سخت پریشان تھے انہوں نے اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت حسن اور حضرت حسین کے ہمراہ کئی صحابہ زادوں جن میں حضرت طلحہ کے صاحبزادوں سمیت حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر بھی شامل تھے ان سب کو کا شانہ خلافت کی حفاظت پر مامور کیا۔ تاہم اور چالیس روز تک مجبوس رہے۔ چالیس روز بعد باغی آپ کے گھر میں داخل ہو گئے اور آپ کو شہید کر دیا۔ اس دلخراش سانحہ میں آپ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی انگشت مبارک بھی شہید ہو گئیں۔ آپ کی شہادت کے بعد حضرت علی نے خلافت راشدہ کے چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے خلافت سنبھالی۔

ابن عساکر زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ محمد رسول عربی نے فرمایا ایک دن عثمان میرے پاس سے گزرے اور اس وقت ایک فرشتہ میرے قریب تھا جس نے کہا یہ شخص (عثمان) شہید ہوگا۔

### حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور حکومت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی حکومت کی حدود میں بہت زیادہ توسیع ہوئی اور افریقہ وغیرہ بہت سے ممالک مفتوح ہو کر خلافت راشدہ کے زیر نگیں ہوئے۔ بیاسی برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور بارہ ذوالحجہ یا اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے آپ کو رات کے وقت اس حال میں شہید کر دیا کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کے چند قطرات قرآن شریف کی آیت **فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ**

پر پڑے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی نماز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (تاریخ الخلفاء وازالۃ الخفاء وغیرہ)

## حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات

### زنا کار آنکھیں

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ”طبقات“ میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ہی پر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکور نے (جل بھن کر) کہا کہ کیا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد آپ پر وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں۔

امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نہیں نازل ہوتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی قول حق اور سچی بات ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات و خیالات کو معلوم کر لیا کرتا ہوں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲، ص ۸۶۲ وازالۃ الخفاء، مقصد ۲، ص ۲۲۷)

یعنی آدمی جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے قلب پر ایک سیاہ داغ اور بدنما دھبہ پڑ جاتا ہے اور چونکہ قلب پورے جسم کا بادشاہ ہے اس لئے قلب پر جب کوئی اثر پڑتا ہے تو پورا بدن اس سے متاثر ہو جاتا ہے تو خاصانِ خدا جن کی آنکھوں میں

نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی ہوا کرتا ہے وہ بدن کے ہر حصہ میں ان اثرات کو اپنے نور فراست اور نگاہ کرامت سے دیکھ لیا کرتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اہل بصیرت اور صاحب باطن تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگاہ کرامت سے شخص مذکور کی آنکھوں میں اس کے گناہ کے اثرات کو دیکھ لیا اور اس کی آنکھوں کو اس لئے زنا کار کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ”زنا العینین النظر“ یعنی کسی اجنبی عورت کو بری نیت سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

### ہاتھ میں کینسر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام ”جباہ غفاری“ تھا کھڑا ہو گیا اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم و حیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدا تعالیٰ کی قہاری و جباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اسکے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲، ص ۸۶۲ و تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۲)

### گستاخی کی سزا

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ ”ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔“ میں اٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتا رہی کہ ”ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔“



”یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص! تیرا کیا حال ہے؟ اور کیوں اور کس بناء پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا: اے شخص! میرا حال نہ پوچھ، میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کر دیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ ”اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔“

اے شخص! میں امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پُر جلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر کانپ اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار دعاؤں میں سے تین دعاؤں کی زد میں تو آچکا ہوں، تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔

(ازالۃ الخفاء، مقصد ۲، ص ۲۲۷)

مذکورہ بالا دونوں روایتوں اور کرامتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بہت بڑا ستار و غفار اور غفور و رحیم ہے، لیکن اگر کوئی بدنصیب اس کے محبوب بندوں کی شان میں کوئی گستاخی و بے ادبی کرتا ہے تو خداوند قدوس کی قہاری و جباری اس مردود کو ہرگز ہرگز معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور بالضرور دنیا و آخرت کے بڑے بڑے عذابوں میں گرفتار کر دیتی ہے

اور وہ دونوں جہان میں قہر قہار و غضب جبار کا اس طرح سزاوار ہو جاتا ہے کہ دنیا میں لعنتوں کی بار اور پھٹکار اور آخرت میں عذاب نار کے سوا اس کو کچھ نہیں ملتا۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی کی لعنت سے محفوظ رکھے اور اپنے محبوبوں کی تعظیم و توقیر اور ان کے ادب و احترام کی توفیق بخشے۔ امین!

### خواب میں پانی پی کر سیراب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے گھر میں پانی کی ایک بوند تک کا جانا بند کر دیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپتے رہتے تھے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دیدار پر انوار سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظالموں نے پانی بند کر کے تمہیں پیاس سے بے قرار کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو فوراً ہی آپ نے درپچی میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا، میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا اور اب اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان باغیوں کے مقابلہ میں تمہاری امداد و نصرت کروں۔ اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو۔ اے عبداللہ بن سلام! میں نے خوش ہو کر یہ عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کے دربار پر انوار میں حاضر ہو کر روزہ افطار کرنا یہ زندگی سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن

سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر چلا آیا اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۸۲)

### اپنے مدفن کی خبر

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اس حصہ میں تشریف لے گئے جو ”حش کوکب“ کہلاتا ہے تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ پر یہ فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہو گئی اور باغیوں نے آپ کے جنازہ مبارک کے ساتھ اس قدر ہلڑ بازی کی کہ آپ کو نہ روضہ منورہ کے قریب دفن کیا جاسکا نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں مدفون کیے جاسکے جو کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دور الگ تھلگ ”حش کوکب“ میں آپ سپرد خاک کئے گئے جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک بنے گی کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔

۲ (ازالۃ الخفاء، مقصد ۲، ص ۲۲۷)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان باتوں کا بھی علم عطا فرمادیتا ہے کہ وہ کب اور کہاں وفات پائیں گے اور کس جگہ انکی قبر بنے گی۔ چنانچہ سینکڑوں اولیاء کرام کے تذکروں میں لکھا ہوا ہے کہ ان اللہ والوں نے قبل از وقت لوگوں کو یہ بتا دیا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں؟ اور کس جگہ وفات پا کر مدفون ہوں گے۔

تشبیہ: اس موقع پر بعض کج فہم اور بد عقیدہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّرْبَايَ اَرْضٍ تَمُوتُ لِعِني اللّٰهُ تَعَالٰى كَسُوَا كُوْنٰى اَسْ كُوْنٰى جَانْتَا  
کہ وہ کوئی زمین میں مرے گا۔ لہذا اولیاء کرام کے سب قصے غلط ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے

کہ قرآن مجید کی یہ آیت حق اور برحق ہے اور ہر مؤمن کا اس پر ایمان ہے مگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کوئی شخص اپنی عقل و فہم سے اس بات کو نہیں جان سکتا کہ وہ کب اور کہاں مرے گا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو بطریق کشف و کرامت ان چیزوں کا علم عطا فرمادے تو وہ بھی یہ جان لیتے ہیں کب اور کہاں ان کا انتقال ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو جانتا ہی ہے کہ کون کہاں مرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے خاصانِ خدا بھی اس بات کو جان لیتے ہیں کہ کون کہاں مرے گا۔ مگر کہاں اللہ تعالیٰ کا علم اور کہاں بندوں کا علم، اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ذاتی اور قدیم ہے اور بندوں کا علم عطائی اور حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ابدی اور غیر محدود ہے اور بندوں کا علم فانی اور محدود ہے۔

اب یہ مسئلہ نہایت ہی صفائی کے ساتھ واضح ہو گیا کہ قرآنی ارشاد کا مفاد کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ اور اہل حق کا یہ عقیدہ کہ اولیاء کرام بھی جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور ان دونوں باتوں میں ہرگز ہرگز کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ جہاں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے کوئی نہیں جانتا اور جہاں یہ کہا گیا کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم خدا عزوجل کے بتا دینے سے جان لیتے ہیں۔ اب ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ ان دونوں باتوں میں کونسا تعارض اور ٹکراؤ ہے؟ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ پر سو فیصدی صحیح اور درست ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## شہادت کے بعد غیبی آواز

حضرت عدی بن حاتم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ کہہ رہا تھا: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راحت اور خوشبو کی بشارت دو اور نہ ناراض ہونے والے رب کی ملاقات کی خوشخبری سناؤ اور خدا کے غفران و رضوان کی بھی بشارت دے دو۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں اس آواز کو سن کر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔

(شواہد النبوة، ص ۱۵۸)

## مدفن میں فرشتوں کا ہجوم

روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑ باز یوں کے سبب تین دن تک آپ کی مقدس لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ پھر چند جاں نثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازہ مبارک کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچا دیا اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔ اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنت البقیع میں داخل ہوئی ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازہ مبارک کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر سواروں نے با آواز بلند کہا کہ آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں، ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ آواز سن کر لوگوں کا خوف دور ہو گیا اور اطمینان و سکون کے ساتھ لوگوں نے آپ کو دفن کیا۔ قبرستان سے لوٹ کر ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا کہ یقیناً یہ فرشتوں کی جماعت تھی۔ (شواہد النبوة، ص ۱۵۸)

## گستاخ درندہ کے منہ میں

منقول ہے کہ حجاج کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تمام اہل قافلہ حضرت امیر المؤمنین

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کے لئے گئے لیکن ایک شخص جو آپ سے بغض و عناد رکھتا تھا تو ہین و اہانت کے طور پر آپ کی زیارت کے لئے نہیں گیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ وہ بہت دور ہے اس لئے میں نہیں جاؤں گا۔

یہ قافلہ جب اپنے وطن کو واپس آنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر و عافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے وطن پہنچ گئے لیکن وہ شخص جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور کی زیارت کے لئے نہیں گیا تھا اس کا یہ انجام ہوا کہ درمیان راہ میں بیچ قافلہ کے اندر ایک درندہ جانور دراتا اور غراتا ہوا آیا اور اس شخص کو اپنے دانتوں سے دبوچ کر اور پنجوں سے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

یہ منظر دیکھ کر تمام اہل قافلہ نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی و بے حرمتی کا انجام ہے۔ (شواہد النبوة، ص ۱۵۸)

مذکورہ بالا تینوں روایتوں سے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان اور دربار خداوندی میں انکی مقبولیت اور ولایت و کرامت کا ایسا عظیم الشان نشان ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مراتب کی بلندیوں کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

### قبول اسلام کی داستان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زبانی

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن میں گھر گیا تو اپنی خالہ سعدی کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ پایا۔ میری خالہ علم کیا فہ کی ماہر تھیں مجھے دیکھتے ہی کہنے لگیں۔ اے عثمان! تم کو خوشخبری اور سلامتی ہو (تین دفعہ یہ الفاظ ادا کئے)۔

”تو خیر سے ملا اور شر سے محفوظ رہا۔ بخدا تو نے ایک نہایت پاکباز اور حسین عورت سے نکاح کیا تو خود بھی پاک ہے اور تیری شادی بھی پاک عورت سے ہوگی“۔

سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے اپنی خالہ کے ان الفاظ پر بڑا تعجب ہوا

اور اسی تعجب کی حالت میں اپنی خالہ سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا الفاظ کہے ہیں آپ کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں کیونکہ آپ نامعلوم اشیاء کا نام لے رہی ہیں اس پر میری خالہ نے جواب دیا:

محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ رب العزت کے رسول اور پیغمبر ہیں۔ اللہ کی طرف سے اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں اور اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں ان کا قول انسانیت کے لئے سراپا بہتری، ان کا دین فلاح کا ضامن اور ان کا حکم باعث نجات ہے۔ ان کے سامنے کسی کی چیخ و پکار فائدہ نہیں دیتی، اگرچہ کتنی ہی تلواریں اور نیزے ان کے مقابلے میں چلائے جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کا کلام میرے دل پر اثر کر گیا اور میں سوچ میں پڑ گیا۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میرے تعلقات بہت اچھے تھے۔ میں ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا مجھے متفکر دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے خالہ کی ساری باتیں انہیں بتائیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا عثمان تم نہایت ذہین آدمی ہو اور حق و باطل کے فرق کو اچھی طرح سمجھتے ہو۔ تمہاری خالہ صحیح کہتی ہیں۔ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر آپ کا کلام سنو! اللہ نے انہیں اپنا پیغام دے کر انسانیت کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرف سے گزر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اٹھے اور ان کے کان میں آہستہ سے کچھ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

اے عثمان! اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے۔ اس کو قبول کرو۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور ساری مخلوق کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا آپ کا کلام سنتے ہی میں ایسا بے اختیار ہوا کہ فوراً اسلام لے آیا اور گواہی دی

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدا ورسولہ  
 ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے پیارے رسول ہیں۔“

### فضل و کمال

اسلام قبول کرنے کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ شرف و فضیلت حاصل ہوئی جو ان کی کتاب فضائل کا درخشاں باب ہے اور جس پر وہ جتنا ناز کریں کم ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ ان کی وفات کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں اور یہ وہ شرف ہے جو پوری انسانی تاریخ میں کسی شخص کو حاصل نہیں ہوا۔ گویا یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاص خصوصیت ہے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک سوال کے جواب میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کو ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کھانا دے کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بھیجا۔ وہ اپنی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ میں نے ان دونوں سے اچھا اور خوبصورت جوڑا اور کوئی نہیں دیکھا۔ کبھی میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کبھی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے اسامہ! کیا تم نے کبھی ان سے خوبصورت جوڑا دیکھا۔ میں نے عرض کیا آقا علیہ السلام نہیں دیکھا۔



ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان سے ایک ترازو اتاری گئی ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا اور دوسرے پلڑے میں میری ساری امت رکھی گئی اور وزن کیا گیا تو میں پوری امت کے برابر رہا پھر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلڑے میں رکھا گیا اور باقی دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امت کے برابر رہے پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلڑے میں اور دوسرے میں باقی ساری امت کو تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امت کے برابر رہے پھر چوتھی مرتبہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلڑے میں اور باقی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے امت کے برابر رہے۔

### حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمع و تدوین قرآن

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آذربائیجان اور آرمینیا کی جنگ میں شریک تھے تو وہاں انہوں نے اختلاف قرآن کا ہولناک منظر دیکھا تو پریشان ہو گئے کہ وہ لوگ اپنے اپنے آبائی لہجے میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے امیر المؤمنین! خدا را امت کی خبر لیجئے۔ قبل اس کے کہ قرآن مجید سے متعلق اختلافات اتنے شدید ہو جائیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلافات ہیں۔ ظاہر ہے اتنا عظیم الشان کام خود اپنی رائے سے انجام دینے کی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کی مجلس شوریٰ طلب کی اور متفقہ طور پر اس کی تائید کر دی تو قرآن مجید کا ایک نسخہ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں مرتب ہوا تھا اور اب ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ملکیت میں تھا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ نسخہ ام المؤمنین سے لے لیا اور مجلس شوریٰ جو مرتب فرمائی ان میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن الحارث رضی اللہ

تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے کو سپرد کر دیا تا کہ اس نسخہ کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کا ایک نہایت مستند مجموعہ قرات قریش پر تیار کریں جب یہ مجموعہ تیار ہو گیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسخہ واپس کر دیا گیا اور یہ مجموعہ جس کا نام مصحف عثمانی کہلایا۔ اس کی متعدد نقلیں تیار کروا کے انہیں مختلف شہروں میں بھیج دیا گیا کہ اسی کو مستند مانا جائے اور اسی کے مطابق قرات اور کتابت کی جائے۔

### حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمعہ کے دن دوسری اذان

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت سے قبل جمعہ کی نماز میں ایک اذان اور ایک اقامت ہوتی تھی آپ کے عہد خلافت میں آبادی کی کثرت ہو گئی اور مدینہ طیبہ کے مکانات دور دور تک پھیل گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام زوراء میں ایک اور اذان کا اضافہ کر دیا اور تمام صحابہ نے اس بارے میں ان سے اتفاق کیا۔

### مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ مسجد تنگ ہے کیونکہ نمازیوں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ مسجد کے پڑوس میں ایک شخص کا مکان تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ اس مکان کو خرید کر مسجد میں شامل کر لیا جائے چنانچہ ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ترغیب دی اور جنت کا وعدہ فرمایا جس پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس یا پچیس ہزار درہم میں وہ مکان خرید لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور جنت کی خوشخبری دی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں مزید توسیع کی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مکان جس کا دروازہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں آنے کے لئے کھلا رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی خرید کر مسجد

نبوی میں مزید توسیع فرمائی اور چونا اور منقش پتھروں سے بڑے خوبصورت انداز میں تعمیر فرمایا۔

### حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتماد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کی طرف سے سفیر بنا کر بھیجا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ عثمان کتنے خوش نصیب ہیں کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی اور احرام کھول لیا ہوگا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماکان لفیعل۔ ”عثمان میرے بغیر ایسا ہرگز نہیں کریں گے“۔ چنانچہ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لائے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

عثمان! کیا تم نے بیت اللہ کا طواف کیا؟ محب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آبدیدہ عرض کیا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بیت اللہ کا طواف کروں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہ فرمائیں۔

### حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دس خصوصیتیں

ابن عساکر میں ہے، جب حضرت عثمان پر بلوایوں نے عرصہ حیات تنگ کر دیا اور آپ گھر میں محصور ہو گئے اس موقع پر آپ نے باغیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

میری دس خصال میرا رب ہی جانتا ہے لیکن آج تم ان کا لحاظ نہیں کرتے۔

میں اسلام لانے میں چوتھے نمبر پر ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی میرے نکاح میں دی۔

جب پہلی صاحبزادی فوت ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری صاحبزادی نکاح میں دی۔

میں نے پوری زندگی میں کبھی گانا نہیں سنا۔

میں نے کبھی برائی کا خواہش نہیں کی۔

جس ہاتھ سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اس ہاتھ کو آج تک نجاست سے دور رکھا، حتیٰ کہ میں نے غسل خانے میں کبھی ننگے بدن غسل نہیں کیا۔

جب سے اسلام لایا کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا کہ کوئی غلام آزاد نہ کیا ہو، اگر کسی جمعہ کو غلام آزاد نہ کیا تو اس کی قضا ادا کی۔

عہد جاہلیت اور عہد اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا۔

ناہی کبھی چوری کی

میں نے عہد رسالت میں پورا قرآن حفظ کیا

### صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان

ذوالقعد 6 ہجری میں آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ عمرے کی غرض سے مدینہ سے نکلے، چودہ سو جانثار ساتھ تھے۔ کسی قسم کا کوئی اصلحہ ماسوائے تلواروں کے جو نیاموں میں بند تھیں اور عرب میں سفر کا ایک عام ہتھیار تھا ساتھ تھیں۔ مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر قربانی کی ابتدائی رسوم پوری کیں اور قربانی کے اونٹوں کے گلے میں لوہے کے نعل ڈال دیئے گئے۔ احتیاط کے طور پر ایک شخص کو آگے بھیج دیا گیا جس نے آ کر اطلاع دی کہ قریش مقابلے کی تیاری میں ہیں اور معلوم پڑا کہ خالد بن ولید پہلے ہی دو سو سواروں کے ساتھ غمیم تک پہنچ چکے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو کتر اکر ایک طرف سے نکلے، حضرت خالد کو گھوڑوں کی گرد نظر آئی تو جا کر قریش کو خبر دی کہ لشکر اسلام غمیم تک آ گیا۔ بنو خزاعہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن درپردہ مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ اس قبیلہ کے رئیس کا نام بدیل بن ورقا تھا، آپ ﷺ کی آمد کا سنا تو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی قریش کی فوجوں کا سیلاب آپکو مکہ میں داخل نہ ہونے دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قریش سے کہو

کہ ایک مدت کے لئے ہم سے صلح کر لیں، ہم کو لڑنا مقصود نہیں صرف عمرے کے لئے آئے ہیں اگر وہ اس پر بھی راضی نہیں تو اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں یہاں تک لڑوں گا کہ میری گردن الگ ہو جائے اور اللہ کو جو فیصلہ کرنا ہے کر دے۔ بدیل نے جا کر آپ ﷺ کا پیغام قریش کو سنایا۔ قریش کی جانب سے عروہ نے آکر آپ ﷺ سے بات چیت شروع کی۔ جب لڑائی کا ذکر آیا تو کہنے لگا کہ اگر لڑائی کا رخ بدلا تو تمہارے ساتھ جو بھیڑ ہے گرد کی طرح چھٹ جائے گی۔ یہ سنا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آگای اور گالی دیکر کہا کہ کیا ہم محمد ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جب معلوم پڑا تو کہنے لگا کہ اس سخت کلامی کا جواب میں ضرور دیتا لیکن ان کا ایک احسان مجھ پر ہے جس کا میں نے ابھی تک بدلہ ادا نہیں کیا۔ عروہ بے تکلفی سے بات کرتا تھا، بات کرتے ہوئے عرب کے دستور کے مطابق ہاتھ کو بار بار آپ ﷺ کی ریش مبارک تک لے جاتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ آنحضرت ﷺ کے پیچھے موجود تھے، ان کو یہ گوارہ نہ ہوا تو عروہ کو کہا اپنا ہاتھ ہٹالے ورنہ یہ ہاتھ بڑھ کر واپس نہ جاسکے گا۔

### عروہ دربار رسالت میں

عروہ نے واپس جرجار قریش کو تمام حالات بتائے اور صحابہ کی عقیدت کا حال سنایا جس نے اس کے دل پر کافی اثر کیا تھا۔ لیکن معاملہ اب بھی نا تمام تھا اس لئے آپ ﷺ نے حضرت خراش بن امیہ کو قریش کے پاس بھیجا لیکن قریش نے ان کے سواری کے اونٹ کو مار ڈالا اور خود وہ مشکل سے جان بچا کر واپس آنے میں کامیاب ہوئے۔ قریش نے حملہ کیا لیکن ان کے تمام افراد گرفتار کر لئے گئے۔ آپ ﷺ نے تمام افراد کو آزاد کر دیا۔ بات چیت کے لئے حضرت عمر کا انتخاب ہوا لیکن انہوں نے معذرت کر لی کہ مکہ میں ان کا کوئی خیر خواہ موجود نہیں۔ ان کی جگہ حضرت عثمان کو بھیجا گیا جو ابان بن سعید کی حمایت میں مکہ گئے اور آپ ﷺ کا پیغام سنایا۔ قریش نے ان کو نظر بند کر دیا اور عام طور پر یہ خبر مشہور

ہو گئی کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان کے خون کا قصاص لینا فرض ہے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے بول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جاٹھاری کی بیعت لی۔ قرآن میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (فتح)  
یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔

تمام صحابہ کرام جن میں مرد بھی تھے اور خواتین بھی انہوں نے درخت کے نیچے بیٹھ کر جوش اور ولولہ انگیز انداز میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر جاٹھاری کی بیعت کی۔ قریش کی جانب سے سہیل بن عمرو سفیر بن کر آئے۔ قریش کی طرف سے واضح کر دیا گیا تھا کہ صلح اسی شرط پر ہوگی کہ محمد ﷺ اس سال واپس چلے جائیں۔ آخر کار کافی دیر کی گفتگو کے بعد صلح کی شرائط طے پا گئیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم دیا کہ معاہدے کو قلم بند کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاہدے کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا، عرب چونکہ بسم اللہ کی جگہ بسمک اللهم لکھا کرتے تھے اس لئے سہیل نے کہا کہ وہی قدیم الفاظ لکھے جائیں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ایسا ہی کیا جائے۔ اس کے بعد کے الفاظ کچھ اس طرح تھے "یہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تسلیم کیا۔" یہاں بھی سہیل نے کہا کہ آپکو پیغمبر مان لیں تو ہمارا اور آپکا پھر جھگڑا کیا ہے؟ آپ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام لکھیں۔ آپ ﷺ نے کہا کہ گو تم تکذیب کرتے ہو لیکن خدا کی قسم میں اللہ کا پیغمبر ہوں، پھر حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ صرف ان کا نام لکھ دیں۔ حضرت علی سے بڑھ کر کوئی فرمانبردار نہ تو ہو سکتا ہے نہ تھا لیکن محبت میں انہوں نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا مجھ کو بتاؤ میرا نام کہاں ہے، حضرت علی نے انگلی سے بتایا کہ یہاں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے رسول اللہ کے الفاظ مٹا دیئے۔

صلح حدیبیہ کی شرائط یہ تھیں:

مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

ہتھیار لگا کر نہ آئیں، صرف تلواریں ساتھ لائیں اور وہ بھی نیام میں اور نیام علبان

میں رہے۔

مکہ میں جو مسلمان مقیم ہیں ان میں سے کسی کو ساتھ نہ لیکر جائیں، مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رکنا چاہے تو اس کو نہ روکا جائے۔

مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے گا تو واپس کر دیا جائے گا، مدینہ سے کوئی

مکہ آئے گا تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ معاہدے میں جس کے ساتھ چاہیں شریک ہو جائیں۔

یہ بہت خطرناک وقت تھا۔ ایک جانب تو معاہدے کی شرائط لکھی جا چکی تھیں اور

دوسری جانب حضرت ابو جندل جو مسلمان ہو چکے تھے اور جن کو قریش نے قید کر رکھا تھا کسی

طرح جان چھڑا کر بھاگ آئے۔ سہیل نے کہا کہ معاہدے کے امتحان کا پہلا وقت ہے۔

اس کو واپس کر دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی شرائط لکھی نہیں گئیں۔ سہیل نے کہا کہ

نہیں یہ واپس جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار کیا کہ اس کو چھوڑ دو، سہیل نے کہا کہ بس

پھر ہم کو صلح بھی منظور نہیں۔ مجبوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کفار کے ساتھ جانے دیا۔ ابو جندل

کو کفار نے اس حالت میں رکھا تھا کہ تشدد کی وجہ سے ان کے جسم پر جا بجا نشان بنے ہوئے

تھے۔ ابو جندل نے مسلمانوں کی طرف دیکھا اور کہا "برا درانِ اسلام کیا مجھ کو پھر اسی

حالت میں دیکھنا چاہتے ہو؟، میں اسلام لا چکا ہوں کیا پھر مجھ کو کافروں کے ہاتھ میں دے

دو گے؟”۔ مسلمان تڑپ اٹھے، حضرت عمر تو جذبات سے مغلوب ہو کر آپ ﷺ کے پاس گئے اور کہا کیا آپ ﷺ پیغمبر برحق نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ہوں، حضرت عمر نے کہا کیا ہم حق پر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ہیں۔ حضرت عمر نے کہا پھر ہم دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا، خدا میری مدد کرے گا۔ حضرت عمر نے کہا کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم کعبہ کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کریں گے۔ حضرت عمر لوٹ آئے اور واپس آ کر وہی باتیں حضرت ابو بکر سے کیں، حضرت ابو بکر نے فرمایا وہ پیغمبر خدا ہیں جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں۔ اپنی اس گفتگو کا حضرت عمر کو ساری زندگی اتنا دکھ رہا کہ نوافل پڑھے، روزے رکھے، غلام آزاد کئے اور خیرات کی۔ ابو جندل کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا “ابو جندل! صبر اور ضبط سے کام لو، اللہ تمہارے لئے اور مظلوموں کے لئے کوئی راہ نکالے گا۔ صلح اب ہو چکی، ہم ان لوگوں سے بد عہدی نہیں کر سکتے”۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت ابو جندل پابہ زنجیر واپس لے جائے جا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ یہیں پر قربانی کی جائے، مسلمانوں کی دل برداشتگی کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص بھی اپنی جگہ سے نہ اٹھا، حتیٰ کہ آپ ﷺ کے تین بار کہنے پر بھی کوئی باہر نہیں آیا۔ آپ ﷺ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے اور حضرت ام سلمہ سے شکایت کی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کسی سے کچھ نہ کہیں، جا کر احرام اتاریں اور خود قربانی کریں چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور پھر جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہی فیصلہ آخر ہے تو انہوں نے بھی احرام اتارے اور قربانیاں کیں۔ حدیبیہ میں آپ ﷺ کا قیام تین روز تک رہا۔ یہیں سورۃ فتح کی پہلی آیت اتری:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا



بیشک (اے نبی) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے۔

بارگاہِ خداوندی سے پروانہ فتح آچکا تھا۔ وہ جو مسلمان ان حالات سے دل برداشتہ تھے ان کے لئے حکم باری تعالیٰ ایک نئی خوشی لیکر آیا تھا۔ آپ ﷺ نے خاص طور پر حضرت عمر کو بلوا کر فرمایا کہ یہ آیت اتری ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ فتح ہے۔ اس کا عملی مظاہرہ تب ہوا جب مکہ اور مدینہ میں تجارتی اور عام آمدورفت کا دروازہ کھلا۔ مکہ سے لوگ آتے، مہینوں تک مدینہ میں رہتے۔ باتوں باتوں میں اسلام کا ذکر آتا، اسلامی مسائل زیر بحث آتے اور پھر مدینہ سے واپس جانے والا ممکن ہی نہیں تھا کہ اپنا دل مدینہ میں چھوڑ کر نہ جائے۔ حضرت خالد بن ولید جن کو بعد میں سیف اللہ کا لقب ملا اور حضرت عمرو بن عاص جن کے ہاتھوں دورِ فاروقی میں مصر فتح ہوا انہی دنوں میں تو مسلمان ہوئے تھے۔ وہ چہرے جو مدینہ آتے تھے پھر تبدیل ہو کر مکہ واپس جاتے تھے۔ یہاں یہ بات جاننا بھی ضروری ہے کہ صلح کے دنوں میں جس قدر کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے اور ایمان لائے اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔

درمیان میں واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عتبہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ آگئے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ واپس جاؤ، انہوں نے کہا کہ آپ مجھے واپس بھیجتے ہیں وہ مجھے کفر پر مجبور کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس کی کوئی تدبیر نکالے گا۔ غرض حضرت عتبہ دو کافروں کی حراست میں واپس گئے لیکن مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر ایک شخص کو قتل کر دیا۔ جو شخص بچ گیا اس نے مدینہ آ کر شکایت کی ساتھ ہی حضرت عتبہ بھی پہنچ گئے، کہنے لگے یا رسول اللہ آپ نے معاہدے کے موافق مجھے واپس کر دیا تھا اب آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ یہ کہہ کر وہاں سے گئے اور سمندر کے پاس ایک مقام میں رہنا شروع کر دیا، مکہ میں ستم رسیدہ لوگوں کو تو جیسے ایک نیا ٹھکانہ مل گیا۔ دیکھتے دیکھتے وہاں ایک جمیعت ہو گئی اور یہ لوگ مکہ سے شام جانے والے قافلوں کو لوٹتے اور یہی ان کا زادِ راہ بھی تھا۔ قریش نے جب یہ دیکھا تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ بھیجا کہ اپنے معاہدے کی شرائط سے ہم باز آتے ہیں، اب جس کا جب دل کرے مدینہ آکر رہے ہمیں کسی سے کوئی لینا دینا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مسلمانوں کو جو وطن سے دور ہو گئے تھے لکھ بھیجا کہ مدینہ واپس آ جاؤ چنانچہ حضرت ابو جندل اس کے بعد مدینہ آکر آباد ہو گئے۔ پھر دو سال کا عرصہ گزر گیا۔ رمضان 8 ہجری میں مسلمان ایک شان کے ساتھ مکہ کے دروازے پر ایک فاتح کی حیثیت سے دستک دے رہے تھے۔

### حضرت عثمان کی ایک فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیت رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمان غنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے مکہ گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں سے (جاں نثاری کی) بیعت لی اور (جب تمام مسلمان بیعت کر چکے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہیں تھے تو) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عثمان! اللہ (کے دین) اور اللہ کے رسول کے کام پر گئے ہوئے ہیں اور (یہ کہہ کر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ ہاتھ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا باقی تمام صحابہ کے ان ہاتھوں سے کہیں افضل و بہتر تھا جو ان کے اپنی طرف سے تھے۔ (ترمذی) تشریح: بیعت رضوان اس بیعت کو کہتے ہیں جو مکہ سے تقریباً پندرہ سولہ میل کے فاصلہ پر مقام حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمام مسلمانوں سے لی تھی۔ یہ نام قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے جو اسی واقعہ سے متعلق نازل ہوئی تھی۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح: ۱۸) ”بیشک اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے درخت (سمر)

کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔“

اس واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ ذی قعدہ ۶ھ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اہل اسلام کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوئے جب حدیبیہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش مکہ نے مسلمانوں کو عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت سے انکار کر دیا ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عثمان کو اپنا نمائندہ خصوصی بنا کر قریش مکہ کے پاس روانہ کیا تا کہ وہ ان کو سمجھائیں۔ کہ مسلمانوں کی آمد کا مقصد جنگ و جدال نہیں ہے بلکہ صرف عمرہ کرنا ہے لہذا اہل مکہ کو چاہئے کہ مسلمانوں کو عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہونے دیں، حضرت عثمان اپنے مشن پر مکہ میں تھے کہ یہاں حدیبیہ میں مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان کو اہل مکہ نے قتل کر دیا ہے یہ شہرت سن کر۔ یہ شہرت سن کر مسلمانوں میں سخت اضطراب و ہيجان پیدا ہو گیا اور طے ہوا کہ خون عثمان کا بدلہ لیا جائے گا، چنانچہ اسی موقع پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام مسلمانوں سے اس بات کا عہد و اقرار لیا کہ اپنی جانوں کی بازی لگا کر خون عثمان کا بدلہ اہل مکہ سے لیں گے، صحابہ میں ایک ایک آدمی آتا تھا اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مار کر بیعت کرتا تھا، جب سب لوگ بیعت کر چکے تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کے ہاتھ کے قائم مقام کیا اور اس ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر گویا حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔ اس طرح حضرت عثمان کو خصوصی فضیلت حاصل ہوئی، کہ اگر وہ خود اس موقع پر موجود ہوتے اور اپنا ہاتھ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر مار کر بیعت کرتے جیسا کہ اور لوگوں نے کیا تو ان کو یہ شرف نصیب نہ ہوتا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دست مبارک ان کے ہاتھ کے قائم مقام ہو اور اس بناء پر ان کی طبیعت گویا سب لوگوں کی طبیعت سے افضل و اشرف رہی۔ پس اس موقع پر ان کا غیر موجود ہونا ان کے مرتبہ میں

نقصان کا باعث نہ ہوا بلکہ فضیلت اور منقبت کا سبب بن گیا بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جس ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کے قائم مقام کیا تھا وہ بائیں ہاتھ تھا لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ دایاں ہاتھ تھا۔ (مشکوٰۃ شریف)

ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن حزم مازنی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو میں نے عورتوں اور مردوں میں سے کسی کو ان سے زیادہ حسین و خوبصورت نہیں پایا۔ (تاریخ الخلفاء)

ابن عساکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گوشت کا ایک پیالہ دیکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب میں آپ کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں کبھی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی صورت دیکھتا تھا۔ جب میں آپ کے گھر سے واپس ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اسامہ! عثمان (رضی اللہ عنہ) کے گھر کے اندر تم گئے تھے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جی ہاں میں گھر کے اندر گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم نے ان میاں بیوی سے حسین و خوبصورت کسی میاں بیوی کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کبھی نہیں دیکھا ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

ابن عدی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تو ان سے فرمایا کہ تمہارے شوہر عثمان غنی رضی اللہ عنہ تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شکل و صورت میں بہت مشابہ ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

## پیکر جو دوسخا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور آیات قرآن: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی قرآن مجید کی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں۔ جنگ تبوک کا واقعہ ایسے وقت پیش آیا جبکہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا اور عام مسلمان بہت زیادہ تنگی میں تھے۔ یہاں تک کہ درخت کی پتیاں کھا کر لوگ گزارہ کرتے تھے۔ اسی لئے اس جنگ کے لشکر کو جیشِ عُسرہ کہا جاتا ہے یعنی تنگدستی کا لشکر۔ ترمذی شریف میں حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر تھا۔ جبکہ آپ جیشِ عُسرہ کی مدد کے لئے لوگوں کو جوش دلا رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کے پر جوش لفظ سن کر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سوانٹ پالان اور سامان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کروں گا۔ اس کے بعد پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سامان لشکر کے بارے میں ترغیب دی اور امداد کے لئے متوجہ فرمایا۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں دو سوانٹ مع ساز و سامان اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نذر کروں گا۔ اس کے بعد پھر رسول کریم ﷺ نے سامان جنگ درستی اور فراہمی کی طرف مسلمانوں کو رغبت دلائی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں تین سو اونٹ پالان اور سامان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاضر کروں گا۔ حدیث کے راوی حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ما علی عثمان ما عمل بعد ہذا۔ ما علی عثمان ما عمل بعد ہذا۔ ”یعنی ایک ہی جملہ کو حضور سید عالم ﷺ نے دو بار فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اب عثمان کو وہ عمل کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جو اس کے بعد کریں گے۔“

مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل خیر ایسا اعلیٰ اور اتنا مقبول ہے کہ اب اور نوافل نہ کریں جب بھی یہ ان کے مدارج علیا کے لئے کافی ہے اور اس مقبولیت کے بعد اب انہیں کوئی اندیشہ ضرر نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ آپ نے ساز و سامان کے ساتھ ایک ہزار اونٹ اس موقع پر چندہ دیا تھا۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیش عسره کی تیاری کے زمانہ میں ایک ہزار دینار اپنے کرتے کی آستین میں بھر کر لائے (دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا سکہ ہوتا ہے) ان دیناروں کو آپ نے رسول مقبول ﷺ کی گود میں ڈال دیا۔ راوی حدیث حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ ماضر عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین۔ یعنی آج کے بعد عثمان کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ سرکار اقدس ﷺ نے ان کے بارے میں اس جملہ کو دو بار فرمایا۔ (کیونکہ صحابہ کرام و اہل بیت محفوظ عن الخطاء ہیں۔) مطلب یہ ہے کہ فرض کر لیا جائے کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی خطا واقع ہو تو آج کا ان کا یہ عمل ان کی خطا کے لئے کفارہ بن جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ 561)

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جیش عسره کی اس طرح مدد فرمائی کہ ایک ہزار اونٹ ساز و سامان کے ساتھ پیش فرمایا اور ایک ہزار دینار بھی چندہ دیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ صدقہ نے چار ہزار درہم بارگاہ رسالت میں پیش کئے تو ان دونوں حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ترجمہ ”جو لوگ کہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر دینے کے بعد

نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں۔ تو ان کا اجر و ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (پارہ 3 رکوع 4)

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرمایا ہے کہ آیت مبارکہ حضرت عثمان غنی اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی۔

### ایک نبی ایک صدیق دو شہید

حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر تھے کہ یکا یک وہ ہلنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اے احد! تو ٹھہر جا کہ تیرے اوپر صرف ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔“ (تفسیر معالم التنزیل جلد 6 صفحہ 216)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ پہاڑوں پر بھی اپنا حکم نافذ فرماتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا تھا کہ برسوں پہلے حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کے بارے میں حضور خبر دے رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خوب جانتے تھے کہ ندی کا بہتا ہوا دھارا رک سکتا ہے، درخت اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے بلکہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا فرمان نہیں ٹل سکتا۔ اس لئے آپ اپنی شہادت کا انتظار فرماتے رہے تھے۔ تو یہ اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ جو اپنی شہادت کے منتظر تھے جیسے کہ دولہا دولہن اپنی شادی کی تاریخ کے منتظر ہوتے ہیں تو ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ترجمہ ”تو ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنی منت پوری کر

چکا (جیسے حضرت حمزہ و مصعب رضی اللہ عنہما کہ یہ لوگ جہاد پر ثابت رہے یہاں تک کہ جنگ احد میں شہید ہو گئے) اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو (اپنی شہادت کا) انتظار کر رہا ہے۔“ (جیسے حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما۔)

حضرت علامہ اسمعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک منافق رہتا تھا اس کا درخت ایک انصاری پڑوسی کے مکان پر جھکا ہوا تھا جس کا پھل ان کے مکان میں گرتا تھا۔ انصاری نے سرکار اقدس ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ اس وقت تک منافق کا نفاق لوگوں پر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم درخت انصاری کے ہاتھ بیچ ڈالو اس کے بدلے تمہیں جنت کا درخت ملے گا۔ مگر منافق نے انصاری کو درخت دینے سے انکار کر دیا۔ جب اس واقعہ کی خبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہوئی کہ منافق نے حضور ﷺ کے فرمان کو منظور نہیں کیا تو آپ نے پورا ایک باغ دیکر درخت کو اس سے خرید لیا اور انصاری کو دیدیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعریف اور منافق کی برائی میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ترجمہ ”عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔“ (پارہ ۳۰، رکوع ۱۲)

اس آیت مبارکہ میں من یخشی سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور الاشقی سے مراد اس درخت کا مالک منافق۔ (تفسیر روح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۸)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں بہت سی حدیثیں بھی وارد ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زمانہ آئندہ میں ہونے والے فتنوں کا ذکر فرماتے رہے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب سر پر کپڑا ڈالے ہوئے ادھر سے گزرے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص اس روز ہدایت پر ہوگا۔ حضرت مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے یہ الفاظ سن کر میں اٹھا اور اس شخص



کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان کا رخ کیا اور پوچھا کیا یہ شخص ان فتنوں میں ہدایت پر ہوں گے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں یہی۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل میں ہونے والے فتنہ کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اس فتنہ میں ظلم سے قتل کیا جائے گا۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

### حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ ایک صاحب آئے اور اس باغ کا دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دروازہ کھول دو اور آنے والے شخص کو جنت کی بشارت دو۔“ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جنت کی خوشخبری دی۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد و ثنا کی۔ پھر ایک صاحب اور آئے اور انہوں نے دروازہ کھلوا یا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بھی فرمایا۔ ”ان کے لئے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو بھی جنت کی بشارت دو“ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری سے مطلع کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اس کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک تیسرے صاحب نے دروازہ کھلوا یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”آنے والے کے لئے دروازہ کھول دو اور ان مصیبتوں پر جو اس شخص کو پہنچیں گی جنت کی خوشخبری دو۔“ راوی حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں

نے دروازہ کھولا تو دیکھا آنے والے شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو آگاہ کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، اس کا شکر ادا کیا اور فرمایا اللہ المستعان۔ یعنی آنے والی مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

### حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں

مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

”ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے مکان میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی ران یا پنڈلی مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے حاضری کی اجازت چاہی۔ حضور ﷺ نے ان کو بلا لیا اور وہ اندر آگئے مگر حضور ﷺ اسی طرح لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے ان کو بھی اجازت دیدی اور وہ بھی اندر آگئے لیکن حضور ﷺ پھر بھی بدستور اس طرح لیٹے رہے یعنی ران یا پنڈلی سے کپڑا ہٹا رہا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آگئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ اٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا وجہ کہ میرے باپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ بدستور لیٹے رہے۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آئے مگر آپ بدستور لیٹے رہے اور جنبش نہیں فرمائی۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کر لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس سوال کے جواب میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

سبحان اللہ! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا درجہ کیا ہی بلند و بالا اور عظمت والا ہے کہ

فرشتے آپ سے حیا کرتے ہیں یہاں تک کہ سید الانبیاء، نبی الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی آپ سے حیا فرماتے ہیں۔

### حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت

ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام حدیبیہ میں بیعت رضوان کا حکم فرمایا اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قاصد کی حیثیت سے مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب سب لوگ بیعت کر چکے تو رسول مقبول ﷺ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت فرمائی۔ لہذا رسول اللہ ﷺ کا مبارک ہاتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے ان ہاتھوں سے بہتر ہے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے بیعت کی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ سرکار اقدس ﷺ نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ یہ وہ فضیلت ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی اس فضیلت سے ان کے سوا اور کوئی دوسرا صحابی کبھی مشرف نہیں ہوا۔

### حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی نصیحت

ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک قمیض پہنائے گا یعنی خلعت خلافت سے سرفراز فرمائے گا۔ پھر اگر لوگ اس قمیض کے اتارنے کا تجھ سے مطالبہ کریں تو ان کی خواہش پر اس قمیض کو مت اتارنا یعنی خلافت کو نہ چھوڑنا۔ اسی لئے جس روز ان کو شہید کیا گیا انہوں نے حضرت ابو سہلہ رضی اللہ

عنه سے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھ کو خلافت کے بارے میں وصیت فرمائی تھی۔ اسی لئے میں اس وصیت پر قائم ہوں اور جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے اس پر صبر کر رہا ہوں۔

### بئر رومہ کی خریداری

حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو بار جنت خریدی ہے۔ ایک بار تو بئر رومہ خرید کر اور دوسری بار جیش عسرہ کے لئے سامان دے کر۔ بئر رومہ کی خریداری کا واقعہ یہ ہے کہ سرکار اقدس ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اس زمانہ میں وہاں بئر رومہ کے علاوہ اور کسی کنوئیں کا پانی میٹھا نہ تھا۔ یہ کنواں وادی عقیق کے کنارے ایک پر فضا باغ میں ہے جو مدینہ طیبہ سے تقریباً چار کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس کنوئیں کا مالک یہودی تھا جو اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا اور مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی تو رسول اللہ ﷺ کی ترغیب پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آدھا کنواں بارہ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ اور طے یہ پایا کہ ایک روز مسلمان پانی بھرینگے اور دوسرے دن یہودی۔ مگر جب یہودی نے دیکھا کہ مسلمان ایک روز میں دو روز کا پانی بھر لیتے ہیں اور میرا پانی خاطر خواہ نہیں بلکتا تو پریشان ہو کر بقیہ آدھا بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آٹھ ہزار درہم میں بیچ دیا۔ اس کنوئیں کو آج کل بئر حضرت عثمان کہتے ہیں۔

### خلافت کی ذمہ داریاں

آپ کی خلافت: حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ زخمی ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طبیعت جب زیادہ ناساز ہوئی تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین آپ ہمیں کچھ وصیتیں فرمائے اور خلافت کے لئے کسی کا انتخاب فرما دیجئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت کے لئے علاوہ ان چھ صحابہ کے جن سے رسول اللہ ﷺ

راضی اور خوش رہ کر اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں میں کسی اور کو مستحق نہیں سمجھتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن وقاص۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام لئے اور فرمایا کہ میرے لڑکے عبد اللہ مجلس شوریٰ میں ان کے ساتھ تمہیں گے لیکن خلافت سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد خلیفہ ہونے والے کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور سب انصار و مہاجرین اور ساری رعایا کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا رہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا اور لوگ ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے تو تین روز بعد خلیفہ کو منتخب کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ پہلے تین آدمی اپنا حق تین آدمیوں کو دیکر دست بردار ہو جائیں۔ لوگوں نے اس بات کی تائید کی تو حضرت زبیر، حضرت علی کو، حضرت سعد بن وقاص حضرت عبد الرحمن کو اور حضرت طلحہ حضرت عثمان کو اپنا حق دیکر دست بردار ہو گئے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

یہ تینوں حضرات مشورہ کرنے کے لئے ایک طرف چلے گئے۔ وہاں حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے لئے خلافت پسند نہیں کرتا اب آپ لوگوں میں سے بھی جو خلافت کی ذمہ داری سے دست بردار ہونا چاہے وہ بتا دے اس لئے کہ جو بری ہوگا ہم خلافت اسی کے سپرد کریں گے اور جو شخص خلیفہ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ہو اور اصلاح امت کی بہت خواہش رکھتا ہو۔ اس بات کے جواب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یعنی دونوں حضرات چپ رہے۔ تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا آپ لوگ اس انتخاب کا کام ہمارے سپرد کر دیں۔ قسم خدا کی میں آپ لوگوں میں سے بہتر

اور افضل شخص کا انتخاب کروں گا۔ دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو منظور ہے ہم انتخاب خلیفہ کا کام آپ کے سپرد کرتے ہیں۔

اب اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لیکر ایک طرف گئے اور ان سے کہا کہ اے علی! آپ اسلام قبول کرنے میں سابقین اولین میں سے ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز ہیں۔ لہذا آپ کو اگر خلیفہ مقرر کر دوں تو آپ قبول فرمائیں اور اگر میں کسی دوسرے کو آپ پر خلیفہ مقرر کر دوں تو اس کی اطاعت کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے منظور ہے۔

اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لیکر ایک طرف گئے اور ان سے بھی تنہائی میں اسی قسم کی گفتگو کی تو انہوں نے بھی دونوں باتوں کو تسلیم کر لیا۔ جب ان دونوں حضرات سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس قسم کا عہد و پیمان لے لیا تو اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کر لی۔

تاریخ الخلفاء میں ابن عساکر کے حوالے سے ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اس لئے منتخب کیا کہ جو بھی صائب الرائے تنہائی میں ان سے ملتا وہ یہی مشورہ دیتا کہ خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی کو ملنی چاہے وہ اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حمد و صلوة کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا اے علی! میں نے سب لوگوں کی رائے معلوم کر لی ہے۔ خلافت کے بارے میں سب کی رائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ میں سنت خدا، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں خلفاء کی سنت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ اس طرح سب سے پہلے

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی پھر تمام مہاجرین و انصار نے ان سے بیعت کی۔

مسند امام احمد میں حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیوں بیعت کی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ میں نے پہلے حضرت علی ہی سے کہا کہ میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی سنت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی گفتگو کی تو انہوں نے قبول کر لیا۔

(تاریخ الخلفاء)

غنیۃ الطالبین جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف مشہور ہے۔ اس میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔

آپ کے زمانہ خلافت کی فتوحات: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی فتوحات کا دائرہ برابر وسیع ہوتا رہا۔ چنانچہ آپ کے زمانہ خلافت کے پہلے سال یعنی 24 ہجری میں ”رے“ فتح ہوا۔ رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آجکل ایران کا دارالسلطنت ہے اور اسے تہران کہتے ہیں۔ 26 ہجری میں شہر ساہور فتح ہوا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ملک شام کے گورنر تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کئی بار یہ درخواست پیش کی تھی کہ بحری بیڑا کے ذریعہ قبرص پر حملہ کی اجازت دی جائے مگر آپ نے اجازت نہ دی لیکن جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اصرار بہت زیادہ ہوا تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ سمندر اور بادبانی جہازوں کی کیفیت مفصل طریقہ سے لکھ کر

مجھے روانہ کرو۔ انہوں نے لکھا کہ میں نے بادبانی جہاز کو دیکھا ہے جو ایک بڑی مخلوق ہے اور اس پر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے۔ جب وہ جہاز ٹھہر جاتا ہے تو لوگوں کے دل پھٹنے لگتے ہیں اور جب وہ چلتا ہے تو عقلمند لوگ بھی خود زرد ہو جاتے ہیں۔ اس میں اچھائیاں کم ہیں اور خرابیاں زیادہ ہیں۔ اس میں سفر کرنے والوں کی حیثیت کیڑے مکوڑوں جیسی ہے۔ اگر یہ سواری کسی طرف جھک جائے تو عموماً ڈوب جاتے ہیں اور اگر بچ جاتے ہیں تو اس حال میں ساحل تک پہنچتے ہیں کہ کانپتے رہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا خط اس مضمون کا پڑھا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وَاللّٰهُ لَا أُحِبُّ فِيهِ مُسَلِمًا أَبَدًا۔ یعنی قسم ہے اللہ کی میں ایسی سواری پر مسلمانوں کو کبھی سوار نہیں کر سکتا۔ (تاریخ الخلفاء)

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قبرص پر مسلمانوں کا حملہ نہیں ہو سکا۔ لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو ان کے حکم سے 27 ہجری میں جہاز کے ذریعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکر لیجا کر قبرص پر حملہ کیا۔ اس کو فتح کر لیا اور جزیہ لینے کی شرط منظور کر لی۔

جس لشکر نے بحری راستہ سے جا کر قبرص پر حملہ کیا تھا اس لشکر میں مشہور معروف صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ ام حرام بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ موجود تھے۔ آپ کی بیوی جانور سے گر کر انتقال کر گئیں تو ان کو وہیں قبرص میں دفن کر دیا گیا۔ اس لشکر کے متعلق اللہ کے محبوب دانا خفایا وغیوب جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ عبادہ بن صامت کی بیوی بھی اس لشکر میں ہوگی اور قبرص ہی میں اس کی قبر بنے گی۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی اور کیوں نہ ہو کہ ندی کا بہتا ہوا دھارا رک سکتا ہے درخت اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے بلکہ بڑے سے بڑا پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر اللہ کے محبوب پیارے مصطفیٰ ﷺ کا فرمان نہیں ٹل سکتا۔



اسی 27ھ میں جرجان اور دار بجد فتح ہوئے اور اسی سال جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا گورنر بنایا تو انہوں نے مصر پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے افریقہ پر حملہ کیا اور اسکوفتح کر کے ساری سلطنتوں کو حکومت اسلامیہ میں شامل کر لیا۔ اس جنگ میں اس قدر مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا کہ ہر سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار اور بعض روایت کے مطابق تین تین ہزار دینار ملے۔ دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ایک سکہ ہوتا ہے۔ اس فتح عظیم کے بعد اسی 27ھ میں اسپین یعنی ہسپانیہ بھی فتح ہو گیا اور 29ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے بعض دوسرے ممالک بھی فتح ہوئے۔ 30ھ میں جور، خراسان اور نیشاپور صلح کے ذریعہ فتح ہوئے۔ اسی طرح ملک ایران کے دوسرے شہر طوس، ہرخس، مرو اور بہق بھی صلح سے فتح ہوئے۔ اس قدر فتوحات سے جب بے شمار مال غنیمت ہر طرف سے دار الخلافت میں پہنچنے لگا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اس فراخ دلی سے مال تقسیم فرمایا کہ ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ بدرے ملے جبکہ ایک بدرہ دس ہزار درہم کا ہوتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء)

شہادت: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ 35ھ 18 ذی الحجہ میں شہید ہوئے جبکہ آپ کی عمر بیاسی (82) سال کی تھی آپ کے جنازہ کی نماز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ حش کو کب کے مقام پر جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

### زیادہ منافع لینے کا انوکھا انداز

ہر انسان فطری طور پر دولت سے محبت کرتا ہے۔ مستقبل کے لئے کچھ پس انداز کر رکھنا شرعاً درست ہے، صدقات و فطرات کے علاوہ اپنے مال سے انفاق فی سبیل اللہ کا بڑا اجر و ثواب ہے اور جو دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی جائے، اللہ تعالیٰ اُس کا اجر کئی سو گنا بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت 261 تا 266 صدقہ خیرات کی ترغیب دلائی گئی ہے، ایک جگہ ارشاد فرمایا: ترجمہ؛ ”جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے، جس نے سات ایسے خوشے اُگائے کہ ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہے ان کو دگنا کر دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے؛ (البقرہ: 261)“۔ صحابہ کرام کی زندگیاں صدق و اخلاص، وفا شعاری و جاں نثاری کا عملی اظہار ہیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال راہِ خدا میں لٹا دیتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو اپنی متاعِ حیات کا بیش بہا خزانہ بنا لیتے ہیں، یہی جذبہ حضرت عمر فاروق و حضرت علی رضی اللہ عنہما کی زندگی میں نظر آتا ہے لیکن حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہر مشکل موقع پر اسلام اور عظمتِ اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرتے نظر آتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو صدق و وفا کا پیکر تھے اور راہِ خدا میں اپنا مال بے دریغ لٹاتے رہے، ان آیاتِ قرآنی کی عملی تفسیر ہیں۔ مدینہ منورہ میں جب قحط پڑا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال صدقہ کر دیا: ترجمہ؛ ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں (مدینہ میں) قحط پڑا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم صبح نہیں کرو گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر (رزق) کشادہ فرما دے گا۔

اگلے دن صبح یہ خبر ملی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ گندم اور اشیائے خوراک کے منگوائے ہیں، آپ نے فرمایا: مدینے کے تاجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپ گھر سے باہر تشریف لائے، اس حال میں کہ چادر آپ کے کاندھوں پر تھی اور اُس کے دونوں سرے مخالف سمت میں کاندھے پر ڈالے ہوئے تھے۔ آپ نے مدینے کے تاجروں سے پوچھا کہ تم لوگ کس لئے آئے ہو؟، کہنے لگے:

ہمیں خبر پہنچی ہے کہ آپ کے پاس ایک ہزار اونٹ غلے کے آئے ہیں، آپ انہیں ہمارے ہاتھ فروخت کر دیجیے تاکہ ہم مدینے کے فقراء پر آسانی کریں، آپ نے فرمایا: اندر آؤ، پس وہ اندر داخل ہوئے، تو ایک ہزار تھیلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں رکھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: اگر میں تمہارے ہاتھ فروخت کروں، تم مجھے کتنا منافع دو گے؟۔

انہوں نے کہا: دس پر بارہ، آپ نے فرمایا: کچھ اور بڑھاؤ، انہوں نے کہا دس پر چودہ، آپ نے فرمایا: اور بڑھاؤ، انہوں نے کہا: دس پر پندرہ، آپ نے فرمایا: اور بڑھاؤ، انہوں نے کہا: اس سے زیادہ کون دے گا، جبکہ ہم مدینے کے تاجر ہیں۔ آپ نے فرمایا: اور بڑھاؤ، ہر درہم پر دس درہم تمہارے لئے زیادہ ہیں۔

انہوں نے کہا: نہیں، پھر آپ نے فرمایا: اے گروہ تجارت تم گواہ ہو جاؤ کہ (یہ تمام مال) میں نے مدینہ کے فقراء پر صدقہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ رات گزری رسول اللہ ﷺ میرے خواب میں تشریف لائے، آپ ﷺ سیاہی مائل سفید سواری پر تشریف فرما تھے، آپ جلدی میں تھے اور آپ کے دست مبارک میں ایک قندیل تھی جس سے روشنی نور کی طرح پھوٹ رہی تھی، نعلین مبارک کے تسموں سے نور پھوٹ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں باپ آپ پر قربان میری رغبت آپ ﷺ کی جانب بڑھ رہی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ عثمان کی اُس نیکی کا بدلہ ہے جو اُس نے ایک ہزار اونٹ اللہ کی راہ میں صدقہ کیے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے قبول فرمایا اور اُس کا نکاح جنت کی ایک حور سے فرما دیا اور میں عثمان کی خوشیوں میں شریک ہونے جا رہا ہوں۔ (ازلۃ الخفا، جلد 2، ص: 224)

### غزوہ تبوک کا سبب

عرب کا عسائی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کر لیا۔ چنانچہ

ملک شام کے جو سوداگر روغن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملک شام میں بہت بڑی فوج جمع کر دی ہے۔ اور اس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائل لخم و جذام اور غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔ ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چڑچاہتا اور رومیوں کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ اس وقت حجاز مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہات سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سوار یوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کا رخیہ کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

### فہرست چندہ دہندگان

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال اور گھر کا تمام اثاثہ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی لاکر بارگاہ نبوت میں پیش کر دیئے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا آدھا مال اس چندہ میں دے دیا۔ منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنا نصف مال لے کر بارگاہ اقدس میں چلے تو اپنے دل میں یہ خیال کر کے چلے تھے کہ آج میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا کیونکہ اس دن کا شانہ فاروق میں اتفاق سے بہت زیادہ مال تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر! کتنا مال یہاں لائے اور کس قدر گھر پر چھوڑا؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آدھا مال حاضر خدمت ہے اور آدھا مال اہل و عیال کے لئے گھر میں چھوڑ دیا ہے اور جب یہی سوال اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اِنَّ حَرْثَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهُۥٓ مِیْنَ اللّٰهِ اُوْر اَسْ رَسُوْلِ کُو اِپْنِے گھر کا ذخیرہ بنا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَا بَیْنَنَا مَبَیْنَ کَلِمَتَیْنِکُمَا تَم دُونُوں مِیْن اِتْنَاہِیْ فَرْقُ ہِے جْتَنَا تَم دُونُوں کِے کَلَامُوں مِیْن فَرْقُ ہِے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے مجاہدین کی سواری کے لئے اور ایک ہزار اشرافی فوج کے اخراجات کی مد میں اپنی آستین میں بھر کر لائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوش مبارک میں بکھیر دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو قبول فرما کر یہ دعا فرمائی کہ اَللّٰهُمَّ اَرْضِ عَنِ عُثْمَانَ فَاِنَّ عَنَّهُ رَاضٍ اے اللہ تو عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں اس سے خوش ہو گیا ہوں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس ہزار درہم دیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے گھر میں اس وقت اسی ہزار درہم تھے۔ آدھا بارگاہ اقدس میں لایا ہوں اور آدھا گھر پر بال بچوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت دے جو تم لائے اور اس میں بھی برکت عطا فرمائے جو تم نے گھر پر رکھا۔ اس دعاء نبوی کا یہ اثر ہوا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ مالدار ہو گئے۔

اسی طرح تمام انصار و مہاجرین نے حسب توفیق اس چندہ میں حصہ لیا۔ عورتوں نے اپنے زیورات اتار اتار کر بارگاہ نبوت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی من کھجوریں دیں۔ اور

حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بہت ہی مفلس تھے فقط ایک صاع کھجور لے کر حاضر خدمت ہوئے اور گزارش کی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نے دن بھر پانی بھر بھر کر مزدوری کی تو دو صاع کھجوریں مجھے مزدوری میں ملی ہیں۔ ایک صاع اہل وعیال کو دے دی ہے اور یہ ایک صاع حاضر خدمت ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب نازک اپنے ایک مفلس جاں نثار کے اس نذرانہ خلوص سے سجد متاثر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کھجور کو تمام مالوں کے اوپر رکھ دیا۔

(مدارج النبوة ج ۲ ص ۳۴۵ تا ۳۴۶)

### فوج کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اب تک یہ طریقہ تھا کہ غزوات کے معاملہ میں بہت زیادہ رازداری کے ساتھ تیاری فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ عسا کر اسلامیہ کو عین وقت تک یہ بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ کہاں اور کس طرف جانا ہے؟ مگر جنگ تبوک کے موقع پر سب کچھ انتظام علانیہ طور پر کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ تبوک چلنا ہے اور قیصر روم کی فوجوں سے جہاد کرنا ہے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تیاری کر لیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جیسا کہ لکھا جا چکا دل کھول کر چندہ دیا مگر پھر بھی پوری فوج کے لئے سواریوں کا انتظام نہ ہو سکا۔ چنانچہ بہت سے جانباز مسلمان اسی بنا پر اس جہاد میں شریک نہ ہو سکے کہ ان کے پاس سفر کا سامان نہیں تھا یہ لوگ دربار رسالت میں سواری طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے تو یہ لوگ اپنی بے سرو سامانی پر اس طرح بلبلا کر روئے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی آہ و زاری اور بے قراری پر رحم آ گیا۔ چنانچہ قرآن مجید گواہ ہے کہ

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتُوكَ لِتُخِيلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ

أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ (سورة التوبہ)  
اور نہ ان لوگوں پر کچھ حرج ہے کہ وہ جب (اے رسول) آپ کے پاس آئے کہ ہم کو سواری دیجئے اور آپ نے کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ واپس گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس خرچ نہیں ہے۔

### تبوک کو روانگی

بہر حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور مدینہ کا نظم و نسق چلانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر خود جہاد کے لئے تشریف لئے جا رہے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ

أَلَا تَرْضَىٰ أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَىٰ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي

(بخاری ج ۲ ص ۶۳۳ غزوة تبوک)

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی امت بنی اسرائیل کی دیکھ بھال کے لئے اپنا خلیفہ بنا کر گئے تھے اسی طرح میں تم کو اپنی امت سونپ کر جہاد کے لئے جا رہا ہوں۔

مدینہ سے چل کر مقام ”ثنية الوداع“ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ پھر فوج کا جائزہ لیا اور فوج کا مقدمہ، میمنہ، میسرہ وغیرہ مرتب فرمایا۔ پھر وہاں سے کوچ کیا۔ منافقین قسم قسم کے جھوٹے عذر اور بہانے بنا کر رہ گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند حضرات رہ گئے ان میں یہ حضرات تھے، کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع،

ابوخیثمہ، ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان میں سے ابوخیثمہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد میں جا کر شریک جہاد ہو گئے لیکن تین اول الذکر نہیں گئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کا اونٹ بہت ہی کمزور اور تھکا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو چند دن چارہ کھلایا تا کہ وہ چنگا ہو جائے۔ جب روانہ ہوئے تو وہ پھر راستہ میں تھک گیا۔ مجبوراً وہ اپنا سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر چل پڑے اور اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔ (زرقانی ج ۳ ص ۷۱)

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے مگر وہ ایک دن شدید گرمی میں کہیں باہر سے آئے تو ان کی بیوی نے چھپر میں چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر اس سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ میں بیٹھے پھر ناگہاں ان کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آ گیا۔ اپنی بیوی سے کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں تو اپنی چھپر میں ٹھنڈک اور سایہ میں آرام و چین سے بیٹھا ہوں اور خدا عزوجل کے مقدس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دھوپ کی تمازت اور شدید لو کے تھپیڑوں میں سفر کرتے ہوئے جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہوں ایک دم ان پر ایسی ایمانی غیرت سوار ہو گئی کہ توشہ کے لئے کھجور لے کر ایک اونٹ پر سوار ہو گئے اور تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ لشکروالوں نے دور سے ایک شتر سوار کو دیکھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوخیثمہ ہوں گے اس طرح یہ بھی لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔ (زرقانی ج ۳ ص ۷۱)

راستے میں قوم عاد و ثمود کی وہ بستیاں ملیں جو قہر الہی کے عذابوں سے الٹ پلٹ کر دی گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں خدا کا عذاب نازل ہو چکا ہے اس لئے کوئی شخص یہاں قیام نہ کرے بلکہ نہایت تیزی کے ساتھ سب لوگ یہاں سے سفر کر کے ان عذاب کی وادیوں سے جلد باہر نکل جائیں اور کوئی یہاں کا پانی نہ پیئے اور نہ کسی کام میں لائے۔



اس غزوہ میں پانی کی قلت، شدید گرمی، سواریوں کی کمی سے مجاہدین نے بے حد تکلیف اٹھائی مگر منزل مقصود پر پہنچ کر ہی دم لیا۔

### راتے کے چند معجزات

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ سب سے الگ الگ چل رہے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ یہ سب سے الگ ہی چلیں گے اور الگ ہی زندگی گزاریں گے اور الگ ہی وفات پائیں گے۔ چنانچہ ٹھیک ایسا ہی ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو حکم دے دیا کہ آپ ”ربذہ“ میں رہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربذہ میں اپنی بیوی اور غلام کے ساتھ رہنے لگے۔ جب وفات کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر راستہ میں رکھ دینا۔ جب شتر سواروں کا پہلا گروہ میرے جنازہ کے پاس سے گزرے تو تم لوگ اس سے کہنا کہ یہ ابوذر غفاری کا جنازہ ہے ان پر نماز پڑھ کر ان کو دفن کرنے میں ہماری مدد کرو۔ خدا عزوجل کی شان کہ سب سے پہلا جو قافلہ گزرا اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا کہ یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ ہے۔ تو انہوں نے اِنَّ لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ پڑھا اور قافلہ کو روک کر اتر پڑے اور کہا کہ بالکل سچ فرمایا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ ”اے ابوذر! تو تنہا چلے گا، تنہا مرے گا، تنہا قبر سے اٹھے گا۔“ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قافلہ والوں نے ان کو پورے اعزاز کے ساتھ دفن کیا۔ (سیرت ابن شام ج ۲ ص ۵۲۲ و زرقانی ج ۳ ص ۷۴)

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ان کی بیوی کے پاس کفن کے لئے کپڑا نہیں تھا تو آنے والے لوگوں میں سے ایک انصاری نے کفن کے لئے کپڑا دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

## ہوا اڑا لے گئی

جب اسلامی لشکر مقام ”حجر“ میں پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کوئی شخص اکیلا لشکر سے باہر کہیں دور نہ چلا جائے پورے لشکر نے اس حکم نبوی کی اطاعت کی مگر قبیلہ بنو ساعدہ کے دو آدمیوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو نہیں مانا۔ ایک شخص اکیلا ہی رفع حاجت کے لئے لشکر سے دور چلا گیا وہ بیٹھا ہی تھا کہ دفعۃً کسی نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور وہ اسی جگہ مر گیا اور دوسرا شخص اپنا اونٹ پکڑنے کے لئے اکیلا ہی لشکر سے کچھ دور چلا گیا تو ناگہاں ایک ہوانکا جھونکا آیا اور اس کو اڑا کر قبیلہ ”طی“ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان پھینک دیا اور وہ ہلاک ہو گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کا انجام سن کر فرمایا کہ کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کر دیا تھا؟ (زرقاتی ج ۳ ص ۷۳)

## گمشدہ اونٹنی کہاں ہے؟

ایک منزل پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کہیں چلی گئی اور لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں پھرنے لگے تو ایک منافق جس کا نام ”زید بن لصیت“ تھا کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور میرے پاس آسمان کی خبریں آتی ہیں مگر ان کو یہ پتا ہی نہیں ہے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ ایک شخص ایسا ایسا کہتا ہے حالانکہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے میں خوب جانتا ہوں کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ وہ فلاں گھاٹی میں ہے اور ایک درخت میں اس کی مہار کی رسی الجھ گئی ہے۔ تم لوگ جاؤ اور اس اونٹنی کو میرے پاس لے کر آ جاؤ۔ جب لوگ اس جگہ گئے تو ٹھیک ایسا ہی دیکھا کہ اسی گھاٹی میں وہ اونٹنی کھڑی ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں الجھی ہوئی ہے۔ (زرقاتی ج ۳ ص ۷۵)

## تبوک کا چشمہ

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک کے قریب میں پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ ان

شاء اللہ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے اور سورج بلند ہونے کے بعد پہنچو گے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو جوتے کے تسمے کے برابر اس میں ایک پانی کی دھار بہ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سے تھوڑا سا پانی منگا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں کلی فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ اس پانی کو چشمہ میں انڈیل دو۔ لوگوں نے جب اس پانی کو چشمہ میں ڈالا تو چشمہ سے زوردار پانی کی موٹی دھار بہنے لگی اور تیس ہزار کا لشکر اور تمام جانور اس چشمہ کے پانی سے سیراب ہو گئے۔ (زرقانی ج ۳ ص ۷۶)

### رومی لشکر ڈر گیا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں پہنچ کر لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔ مگر دور دور تک رومی لشکروں کا کوئی پتا نہیں چلا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب رومیوں کے جاسوسوں نے قیصر کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک میں آ رہے ہیں تو رومیوں کے دلوں پر اس قدر ہیبت چھا گئی کہ وہ جنگ سے ہمت ہار گئے اور اپنے گھروں سے باہر نہ نکل سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا اور اطراف و جوانب میں افواج الہی کا جلال دکھا کر اور کفار کے دلوں پر اسلام کا رعب بٹھا کر مدینہ واپس تشریف لائے اور تبوک میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

اسی سفر میں "یلہ" کا سردار جس کا نام "یحییٰ" تھا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کر لیا اور ایک سفید خچر بھی دربار رسالت میں نذر کیا جس کے صلہ میں تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی اور اس کو ایک دستاویز تحریر فرما کر عطا فرمائی کہ وہ اپنے گرد و پیش کے سمندر سے ہر قسم کے فوائد حاصل کرتا رہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۴۳۸)

اسی طرح ”جرباء“ اور ”اذرح“ کے عیسائیوں نے بھی حاضر خدمت ہو کر جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کی۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سو بیس سواروں کے ساتھ ”دومتہ الجندل“ کے بادشاہ ”اکیدر بن عبد الملک“ کی طرف روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہ رات میں نیل گائے کا شکار کر رہا ہو گا تم اس کے پاس پہنچو تو اس کو قتل مت کرنا بلکہ اس کو زندہ گرفتار کر کے میرے پاس لانا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاندنی رات میں اکیدر اور اس کے بھائی حسان کو شکار کرتے ہوئے پایا۔ حسان نے چونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ شروع کر دی۔ اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کر دیا مگر اکیدر کو گرفتار کر لیا اور اس شرط پر اس کو رہا کیا کہ وہ مدینہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر صلح کرے۔ چنانچہ وہ مدینہ آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو امان دی۔ (زرقاتی ج ۳ ص ۷۷ و ص ۷۸)

اس غزوہ میں جو لوگ غیر حاضر رہے ان میں اکثر منافقین تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ واپس آئے اور مسجد نبوی میں نزولِ اجلال فرمایا تو منافقین قسمیں کھا کھا کر اپنا اپنا عذر بیان کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن تین مخلص صحابیوں حضرت کعب بن مالک و ہلال بن امیہ و مرارہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پچاس دنوں تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بایکٹ فرما دیا۔ پھر ان تینوں کی توبہ قبول ہوئی اور ان لوگوں کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی۔ (اس کا مفصل ایک وعظ ہم نے اپنی کتاب ”عرفانی تقریریں“ میں لکھ دیا ہے۔)

(بخاری ج ۲ ص ۶۳۴ تا ص ۶۳۷ حدیث کعب بن مالک)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے قریب پہنچے اور اُحد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا کہ  
هَذَا اُحْدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ يَ اُحْدٌ هَے۔ یہ ایسا پہاڑ ہے کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم

اس سے محبت کرتے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ کی سرزمین میں قدم رکھا تو عورتیں، بچے اور لونڈی غلام سب استقبال کے لئے نکل پڑے اور استقبالیہ نظمیں پڑھتے ہوئے آپ کے ساتھ مسجد نبوی تک آئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کر تشریف فرما ہو گئے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا اور اہل مدینہ نے بخیر و عافیت اس دشوار گزار سفر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر انتہائی مسرت و شادمانی کا اظہار کیا اور ان منافقین کے بارے میں جو جھوٹے بہانے بنا کر اس جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے اور بارگاہ نبوت میں قسمیں کھا کھا کر عذر پیش کر رہے تھے قہر و غضب میں بھری ہوئی قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوئیں اور ان منافقوں کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا۔

### ذوالجہادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر

غزوہ تبوک میں بجز ایک حضرت ذوالجہادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہ کسی صحابی کی شہادت ہوئی نہ وفات۔ حضرت ذوالجہادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون تھے؟ اور ان کی وفات اور دفن کا کیسا منظر تھا؟ یہ ایک بہت ہی ذوق آفریں اور لذیذ حکایت ہے۔ یہ قبیلہ مزینہ کے ایک یتیم تھے اور اپنے چچا کی پرورش میں تھے۔ جب یہ سن شعور کو پہنچے اور اسلام کا چرچا سنا تو ان کے دل میں بت پرستی سے نفرت اور اسلام قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ مگر ان کا چچا بہت ہی کٹر کافر تھا۔ اس کے خوف سے یہ اسلام قبول نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد جب لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے اپنے چچا کو ترغیب دی کہ تم بھی دامن اسلام میں آ جاؤ کیونکہ میں قبول اسلام کے لئے بہت ہی بے قرار ہوں۔ یہ سن کر ان کے چچا نے ان کو برہنہ کر کے گھر سے نکال دیا۔ انہوں نے اپنی والدہ سے ایک کسبل مانگ کر اس کو دو ٹکڑے کر کے آدھے کو تہبند اور آدھے کو چادر بنا لیا اور اسی لباس میں ہجرت

کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ رات بھر مسجد نبوی میں ٹھہرے رہے۔ نماز فجر کے وقت جب جمال محمدی کے انوار سے ان کی آنکھیں منور ہوئیں تو کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنا نام عبدالعزیٰ بتا دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج سے تمہارا نام عبداللہ اور لقب ذوالجہادین (دو کسبوں والا) ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر بہت کرم فرماتے تھے اور یہ مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کی جماعت کے ساتھ رہنے لگے اور نہایت بلند آواز سے ذوق و شوق کے ساتھ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو یہ بھی مجاہدین میں شامل ہو کر چل پڑے اور بڑے ہی ذوق و شوق اور انتہائی اشتیاق کے ساتھ درخواست کی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دعا فرمائیے کہ مجھے خدا کی راہ میں شہادت نصیب ہو جائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کسی درخت کی چھال لاؤ۔ وہ تھوڑی سی بول کی چھال لائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بازو پر وہ چھال باندھ دی اور دعا کی کہ اے اللہ! میں نے اس کے خون کو کفار پر حرام کر دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرا مقصد تو شہادت ہی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جب تم جہاد کے لئے نکلے ہو تو اگر بخار میں بھی مرو گے جب بھی تم شہید ہی ہو گے۔ خدا عزوجل کی شان کہ جب حضرت ذوالجہادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبوک میں پہنچے تو بخار میں مبتلا ہو گئے اور اسی بخار میں ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے دفن کا عجیب منظر تھا کہ حضرت بلال مؤذن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ میں چراغ لئے ان کی قبر کے پاس کھڑے تھے اور خود بہ نفس نفیس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا کہ تم دونوں اپنے اسلامی بھائی کی لاش کو اٹھاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنے دست مبارک سے لحد

میں سلایا اور خود ہی قبر کو کچی اینٹوں سے بند فرمایا اور پھر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! میں ذوالجبادین سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ذوالجبادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کا یہ منظر دیکھا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا کہ کاش! ذوالجبادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ یہ میری میت ہوتی۔ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۳۵۰ و ص ۳۵۱)

### ہر سال حج کرتے

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ہر سال حج کرتے تھے۔ دوران حج جو بھی اخراجات اٹھتے وہ سب کے سب آپ اپنی ذاتی جیب سے ادا کرتے تھے اور بیت المال پر اس کا کوئی بوجھ نہ ڈالتے۔ پورے موسم حج میں تمام آنے والے حجاج کرام کو کھانا خود اپنی طرف سے کھلاتے تھے۔ ذرا غور کریں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب حجاج نے حج کیا تھا۔ آپ کی رحلت کے بعد اور حضرت عثمان کے دور آخر تک تیس سال کے عرصہ میں حجاج کی تعداد میں کتنا اضافہ ہو گیا ہوگا اور ہر سال کتنے حاجی حج کے لیے جاتے ہوں گے اور ان تمام لوگوں کی مکمل ضیافت امیر المؤمنین کے ذاتی جیب سے ہو رہی ہوتی۔ یقیناً لَا نُزِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا کا عملی مظاہرہ تھا۔ آپ خلیفۃ المسلمین تھے اور آپ کو کسی سے کوئی غرض تو تھی نہیں اس لیے آپ جو بھی کر رہے تھے اور اس مد میں جتنے عظیم اخراجات ہو رہے تھے آپ کی ذاتی جیب سے ہو رہے تھے۔ فی سبیل اللہ ہو رہے تھے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس طرح کے کتنے سخی دنیا میں گذرے ہیں جو دونوں ہاتھوں سے اپنی دولت اللہ کی راہ میں اللہ کی خوشنودی کے لیے لٹاتے رہے ہوں گے۔ مگر ہمارے اسلاف میں سے حضرت ذوالنورین نے جو تاریخ اس سلسلہ میں رقم کی ہے میرا یقین راسخ ہے کہ ایسا کچھ پچھلے پندرہ سو برسوں میں شاید کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درجات میں

اضافہ کرے۔ آپ نے رہتی دنیا تک کے لیے قرآن کریم کے اس دعوے کی عملی تفسیر کرادی کہ اللہ کے راستے میں خرچ کی ہوئی رقم اور مال اللہ کے وعدے کے مطابق بڑھا چڑھا کر واپس کر دی جاتی ہے۔ آپ کے فیض کا دریا آج بھی جاری و ساری ہے۔ آپ کا خرچ کیا ہوا مال اور اس سے بنایا ہوا اثاثہ آج پندرہ سو سال کے بعد بھی عوام الناس کے لیے اتنا ہی سود مند اور فیض مند ہے جیسا آپ کے دور میں تھا۔

### تین مرتبہ جنت خریدی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت سے اسلام کی جس طرح مدد کی اس کے مظاہر اور بھی زیادہ دل پذیر اور ایمان افروز ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ میں وہ ہوں جس نے سید الکونین نبی الاکرم صادق الوعد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے تین مرتبہ جنت خریدی ہے۔ ان اعمال کی تمام تفصیل تاریخ کی کتابوں اور سیرت خلیفہ ثالث میں موجود ہیں۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ المنورہ پہنچے تو وہاں ایک کنواں بر رومہ نامی تھا جس کا پانی اچھا اور میٹھا تھا ایک یہودی کی ملکیت میں تھا جو مہنگے داموں پانی بیچتا تھا۔ مسلمانوں کو پانی کی شدید قلت بھی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ جو اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے اس کے لیے جنت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کون سبقت کر سکتا تھا۔ آپ فوراً اس یہودی کے پاس پہنچے اور اس سے سودا کرنا چاہا مگر یہودی بیچنے کو تیار نہ ہوا تو آپ نے اس سے انتہائی مہنگے داموں آدھے کنویں کا سودا کر لیا اور طے یہ پایا کہ ایک دن پانی وہ نکالے گا اور ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کا پانی نکالیں گے۔ حضرت عثمان نے اپنی باری مسلمانوں کے لیے وقف کر دی۔ مسلمان اپنی باری پر خوب پانی نکالتے تو یہودی کو اس پانی کا کوئی پیسہ نہ ملتا۔ اس کو نقصان کا اندازہ ہوا تو اس نے اپنا آدھا کنواں بیچنے کا عندیہ ظاہر کیا اور حضرت عثمان نے باقی آدھا کنواں بھی خرید لیا اور سارے کا سارا پانی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش



ہوئے اور اس عظیم کام کے اوپر حضرت عثمان کو جنت کا مژدہ سنایا۔ وہ بابرکت کنواں اُس وقت سے آج تک مسلمانوں کی بھلائی کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔

### غزوات میں شرکت

غزوہ بدر کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ تمام غزوات نبوی میں تن من دھن سے شریک رہے۔ یہ بات صحت کے قریب نہیں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں بھاگ گئے تھے بلکہ جب حضور رسول کریم ﷺ کی شہادت کی خبر پر دلبرداشتہ ہو کر جنگ سے کنارہ کر لیا تھا کہ اب جنگ کرنے کا کیا فائدہ؟ لیکن جب معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ زندہ ہیں تو تمام صحابہ کرام آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئے تاہم غلط فہمی سے جنگ سے کنارہ کر لینا یہ فرار ہونے کے معنی میں ہرگز نہیں آتا۔ اگر بالفرض یہ تسلیم ہی کر لیا جائے کہ آپ رضی اللہ عنہ جنگ کے حالات سے دلبرداشتہ ہو کر چلے گئے تھے تو بھی قرآن گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔

### رفاعی کام۔۔۔ جنت کی بشارتیں

مسلمانوں کی دفاعی تیاریوں پر مال خرچ کرنا ہو یا مسلمانوں کے پانی کا بندوبست کرنا ہو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہر میدان میں ایسی شان سے حصہ لیا کہ متعدد بار حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں جنت کی بشارت دی۔ بر معونہ ایک یہودی کی ملکیت میں تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھ بھاری قیمت پر پانی فروخت کرتا تھا آپ نے یہ کنواں یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اور جنت کے بشارت کے مستحق قرار پائے۔ غزوہ تبوک میں جیش العسره کے تیاری کے لئے آپ کی گراں قدر خدمات کی بدولت جنت کی بشارت آپ کے حصہ میں آئی۔ مسجد نبوی کی توسیع کے موقع پر جب حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کون ہے جو مسجد کا متصلہ رقبہ زمین خرید کر مسجد کے لئے وقف کر دے؟ اللہ اس سے بہتر جگہ جنت میں عطا فرمائے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مطلوبہ زمین کا قطعہ

خرید کر مسجد کے توسیع کے لئے دے دیا اور جنت کی بشارت آپ کا مقدر بنی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تحریر بہت پختہ تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ اکثر ان سے کاتب وحی کا کام بھی لیتے تھے کاتبان وحی میں آپ کا نام نمایاں ہے۔

### فتوحات اور اسلامی نظام حکومت کا نظم و نسق

مورخین اس پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی چھ سال بہت کامیاب گزرے ہیں مسلمانوں میں کامل اتفاق و یک جہتی رہی۔ آپ کے اس دور میں متعدد علاقہ جات فتح ہوئے جس سے مملکت اسلامیہ میں اضافہ ہوا ان میں طخارستان کی فتح، سجستان (سیستان) سے درواز تک کے علاقے مسلمان کے قبضہ میں آئے۔ زاہستان یعنی غزنی، کامل ہرات وغیرہ بھی آپ کے دور حکومت میں مسلمانوں کے زیر تسلط آئے، بلخ، سرخس، فرغانہ، قبرص اور بعض دوسرے رومی علاقے فتح ہوئے۔ آپ کے دور حکومت میں بحری بیڑے کا قیام عمل میں آیا۔ قسطنطنیہ پر حملہ۔ شمالی افریقہ، فتح طرابلس، الجزائر، تیونس، مراکش، حبشہ، اندلس پر حملہ کر کے اور کچھ فتوحات حاصل کیں یورپ کے دروازے پر یہ مسلمانوں کی پہلی دستک تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مملکت کے اہم امور میں سرکردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت سے کرتے۔ آپ نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی گورنروں، سپہ سالاروں کو اپنی پالیسی کے اصول راہنما لکھ بھیجے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے اکابر صحابہ کرام کو اپنے پاس رکھتے تاکہ ان کے مشوروں سے مستفید ہو سکیں اور انہیں باہر کی دنیا کے جھمیلوں سے بچائے رکھیں تاہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اسلام عرب سے باہر پھیلا اور ایرانی، رومی سلطنتوں کے وسیع علاقے مسلمانوں کے زیر تسلط آگئے تو انہیں شہر کوفہ، بصرہ، موصل، فسطاط وغیرہ میں بسا کر نئی عرب آبادیاں قائم کیں تو بھی بزرگ صحابہ کرام مدینہ منورہ میں رہے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ سے باہر نکل

کرنے نئے شہروں میں آباد ہونے کی اجازت دے دی

### اشاعت قرآن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اہم کارناموں میں اہم اور نمایاں دینی کارنامہ قرآن کریم کو اختلاف قرأت سے محفوظ کر کے ملت اسلامیہ کو ایک قرأت پر جمع کرنا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین قرآن کریم کے جو نسخے تیار کروائے تھے وہ اب (۱) حجرہ نبوی (مدینہ منورہ) (۲) خزانہ آثار نبویہ (استنبول) (۳) کتب خانہ مصریہ میں موجود ہے۔

### حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت

قصر خلافت کے دروازہ پر حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ ابن زبیر، محمد بن طلحہ اور متعدد دوسرے حضرات شبانہ روز رضا کارانہ طور پر پہرہ دیتے رہے جب کی موجودگی میں بلوایوں کو دروازے سے آنے کا موقع نہ مل سکا۔ آخر کار بلوایوں نے دروازے کو آگ لگا دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکان کی بالائی منزل میں داخل ہو گئے جہاں آپ اپنے رفقاء اور اہل و عیال سے الگ خلوت گزیں ہو گئے تین بلوایں جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مطمئن پر وقار، خاموش انداز اور تلاوت میں انہماک سے متاثر ہو کر واپس چلے گئے۔

بالآخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کر رہے تھے ”فسیکنفیکم اللہ وهو السميع العليم“ پڑھ رہے تھے شہید کر دیا گیا۔



## باب سوم

### حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا

فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا معروف نام فاطمہ الزہراء ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہ بنت خویلد کی بیٹی تھیں۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک آپ ایک برگزیدہ ہستی ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

آپ کی ولادت ۲۰ جمادی الثانی بروز جمعہ بعثت کے پانچویں سال میں مکہ میں ہوئی۔ آپ کی شادی علی ابن ابی طالب سے ہوئی جن سے آپ کے دو بیٹے حسن اور حسین اور دو بیٹیاں زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ آپ کی وفات اپنے والد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے کچھ ماہ بعد ۶۳۲ء میں ہوئی۔ آپ کے کثیر القابات مشہور ہیں۔

### ولادت اور خاندان

حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلافات موجود ہیں۔ مختلف روایات ان کی ولادت کو ۶۰۸ء سے لے کر ۶۱۵ء تک بتاتی ہیں۔

(انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا)

زیادہ مستند روایات یہ ہیں کہ آپ ۲۰ جمادی الثانی بعثت کے پانچویں سال ۶۱۵ء کو بروز جمعہ صبح صادق کے وقت مکہ میں پیدا ہوئیں۔ (مودۃ القربی)

طبری نے بھی بعثت کا پانچواں سال لکھا ہے۔ (دلائل الامامت)

ایک روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر خاتون جنت کو سونگھ کر فرماتے کہ اس سے بہشت کی خوشبو آتی ہے کیونکہ یہ اس میوہ جنت سے پیدا ہوئی ہے جو

جبرائیل نے مجھے شب معراج کھلایا تھا۔ (روضۃ الاحباب)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تربیت خاندان رسالت میں ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فاطمہ بنت اسد، ام سلمیٰ، ام الفضل (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس کی زوجہ)، ام ہانی (حضرت ابوطالب کی ہمشیرہ)، اسماء بنت عمیس (زوجہ جعفر طیار)، صفیہ بنت حمزہ وغیرہ نے مختلف اوقات میں کی۔ (مدارج النبوة)

خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تربیت و پرورش کے لیے فاطمہ بنت اسد کا انتخاب کیا۔ جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمیٰ کو ان کی تربیت کی ذمہ داری دی۔

(سوانح فاطمہ الزہرا)

### القاب اور کنیت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مشہور القاب میں زہرا اور سیدۃ النساء العالمین (تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار) اور بتول ہیں۔ مشہور کنیت ام اللائمہ، ام السبطین اور ام الحنین ہیں۔ آپ کا مشہور ترین لقب سیدۃ النساء العالمین ایک مشہور حدیث کی وجہ سے پڑا جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتایا کہ وہ دنیا اور آخرت میں عورتوں کی سیدہ (سردار) ہیں۔ (صحیح البخاری)

اس کے علاوہ خاتون جنت، الطاہرہ، الزکیہ، المرضیہ، السیدہ، العذراء وغیرہ بھی القاب کے طور پر ملتے ہیں۔ (سیرت فاطمہ الزہراء)

### حالات زندگی

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ابتدائی تربیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کی۔ اس کے علاوہ ان کی تربیت میں اولین مسلمان خواتین شامل رہیں۔ بچپن میں ہی ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا

انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اسلام کا ابتدائی زمانہ دیکھا اور وہ تمام تنگی برداشت کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائی زمانہ میں قریش کے ہاتھوں برداشت کی۔ ایک روایت کے مطابق ایک دفعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں حالتِ سجدہ میں تھے جب ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے ان پر اونٹ کی اوچھڑی ڈال دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر ملی تو آپ نے آکر ان کی کمر پانی سے دھوئی حالانکہ آپ اس وقت کم سن تھیں۔ اس وقت آپ روتی تھیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو کہتے جاتے تھے کہ اے جانِ پدر رو نہیں اللہ تیرے باپ کی مدد کرے گا۔ (سیرت النبی از علامہ شبلی نعمانی)

ان کے بچپن ہی میں ہجرتِ مدینہ کا واقعہ ہوا۔ ربیع الاول میں 10 بعثت کو ہجرت ہوئی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ابورافع کو 500 درہم اور اونٹ دے کر مکہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت فاطمہ بنت اسد، حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کو بلوایا چنانچہ وہ کچھ دن بعد مدینہ پہنچ گئیں۔ (چودہ ستارے) بعض دیگر روایات کے مطابق انہیں حضرت علی علیہ السلام بعد میں لے کر آئے۔

(سیرت فاطمہ الزہراء)

2 ہجری تک آپ حضرت فاطمہ بنت اسد کی زیر تربیت رہیں۔ 2ھ میں رسول اللہ نے حضرت ام سلمیٰ سے عقد کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی تربیت میں دے دیا۔ (چودہ ستارے)

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو میرے سپرد کیا گیا۔ میں نے انہیں ادب سکھانا چاہا مگر خدا کی قسم فاطمہ تو مجھ سے زیادہ مؤدب تھیں اور تمام باتیں مجھ سے بہتر جانتی تھیں۔ (دلائل الامامة)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ عمران بن حصین کی روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جو ابھی کم سن تھیں تشریف لائیں۔ بھوک کی شدت سے ان کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ آنحضرت نے دیکھا تو کہا کہ بیٹی ادھر آؤ۔ جب آپ قریب آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے بھوکوں کو سیر کرنے والے پروردگار، اے پستی کو بلندی عطا کرنے والے، فاطمہ کے بھوک کی شدت کو ختم فرما دے۔ اس دعا کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے کی زردی مبدل بسرخی ہو گئی، چہرے پر خون دوڑنے لگا اور آپ ہشاش بشاش نظر آنے لگیں۔ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ اس کے بعد مجھے پھر کبھی بھوک کی شدت نے پریشان نہیں کیا۔ (الخراج والجرائح)

### حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی خواہش کئی لوگوں نے کی جن میں سے کچھ پر رسول اللہ نے غضب ناک ہو کر منہ پھیر لیا۔ (کنز العمال)

طبقات ابن سعد وغیرہ کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اور بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے لیے خواستگاری کی تو دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مجھے اس سلسلے میں وحی الہی کا انتظار ہے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی خواہش کا اظہار کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کر لیا اور کہا مرحباً و اہلاً۔ (طبقات ابن سعد)

بعض روایات کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے علی خدا کا حکم ہے کہ میں فاطمہ کی شادی تم سے کر دوں۔ کیا تمہیں منظور ہے۔ انہوں نے کہا ہاں چنانچہ شادی ہو گئی۔ (ریاض النظرۃ)

یہی روایت صحاح میں عبد اللہ ابن مسعود، انس بن مالک اور حضرت ام سلمیٰ نے کی ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔ (المعجم الکبیر، تذکرۃ الخواص)

حضرت علی و فاطمہ کی شادی کیم ذی الحجہ 2ھ کو ہوئی۔ (چودہ ستارے)

کچھ اور روایات کے مطابق امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ نکاح رمضان میں اور رخصتی اسی سال ذی الحجہ میں ہوئی۔ (بحار الانوار)

شادی کے اخراجات کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی زرہ 500 درہم

میں بیچ دی۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

یہ رقم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ کے حوالے کر دی جو حضرت فاطمہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر قرار پایا۔ جبکہ بعض دیگر روایات میں مہر 480 درہم تھا۔ (الاستیعاب)

### سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

جہیز کے لیے رسول اللہ نے حضرت مقداد ابن اسود کو رقم دے کر اشیاء خریدنے کے

لیے بھیجا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدد

کے لیے ساتھ بھیجا۔ (بحار الانوار)

انہوں نے چیزیں لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھیں۔ اس وقت

حضرت اسماء بنت عمیس بھی موجود تھیں۔ مختلف روایات میں جہیز کی فہرست میں ایک قمیص،

ایک مقنع (یا خمار یعنی سر ڈھانکنے کے لیے کپڑا)، ایک سیاہ کسبل، کھجور کے پتوں سے بنا ہوا

ایک بستر، موٹے ٹاٹ کے دو فرش، چار چھوٹے تکیے، ہاتھ کی چکی، کپڑے دھونے کے لیے

تانے کا ایک برتن، چمڑے کی مشک، پانی پینے کے لیے لکڑی کا ایک برتن (بادیہ)، کھجور

کے پتوں کا ایک برتن جس پر مٹی پھیر دیتے ہیں، دو مٹی کے آنخورے، مٹی کی صراحی، زمین

پر بچھانے کا ایک چمڑا، ایک سفید چادر اور ایک لوٹا شامل تھے۔ یہ مختصر جہیز دیکھ کر رسول اللہ

کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ ان پر برکت نازل فرما جن

کے اچھے سے اچھے برتن مٹی کے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل، المستدرک الحاکم، سنن نسائی)

یہ جہیز اسی رقم سے خریدا گیا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ بیچ کر حاصل کی



تھی۔ (المستدرک الحاکم)

### سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

نکاح کے کچھ ماہ بعد یکم ذی الحجہ کو آپ کی رخصتی ہوئی۔ رخصتی کے جلوس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اشہب نامی ناقہ پر سوار ہوئیں جس کے ساربان حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھے۔ ازواج مطہرات جلوس کے آگے آگے تھیں۔ بنی ہاشم ننگی تلواریں لیے جلوس کے ساتھ تھے۔ مسجد کا طواف کرنے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں اتارا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوایا اس پر دعائیں دم کیں اور علی و فاطمہ کے سر بازوؤں اور سینے پر چھڑک کر دعا کی کہ اے اللہ انہیں اور ان کی اولاد کو شیطان الرجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

(الصواعق المحرقة)

ازواج مطہرات نے جلوس کے آگے رجز پڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاندان عبدالمطلب اور مہاجرین و انصار کی خواتین کو کہا کہ رجز پڑھیں خدا کی حمد و تکبیر کہیں اور کوئی ایسی بات نہ کہیں اور کریں جس سے خدا ناراض ہوتا ہو۔ بالترتیب ام سلمیٰ، عائشہ اور حفصہ نے رجز پڑھے۔ ازواج مطہرات نے جو رجز پڑھے نیچے درج ہیں:

حضرت فاطمہ کی شادی میں ازواج مطہرات کے رجز،

حضرت فاطمہ کی شادی میں ازواج مطہرات کے اشعار۔ (بحار الانوار)

### حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے اشعار

اے پڑوسنو چلو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہے اور ہر حال میں اس کا شکر ادا کرو۔ اور جن پریشانیوں اور مصیبتوں کو دور کر کے اللہ نے احسان فرمایا ہے اسے یاد کرو۔ آسمانوں کے پروردگار نے ہمیں کفر کی تاریکیوں سے نکالا اور ہر طرح کا عیش و آرام دیا۔ اے پڑوسنو۔ چلو سیدہ زنان عالم کے ساتھ جن پران کی پھوپھیاں اور خالائیں نثار ہوں۔ اے

عالی مرتبت پیغمبر کی بیٹی جسے اللہ نے وحی اور رسالت کے ذریعے سے تمام لوگوں پر فضیلت دی۔

### حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اشعار

اے عورتو چادر اوڑھ لو اور یاد رکھو کہ یہ چیز مجمع میں اچھی سمجھی جاتی ہے۔  
یاد رکھو اس پروردگار کو جس نے اپنے دوسرے شکر گزار بندوں کے ساتھ ہمیں بھی اپنے دین حق کے لیے مخصوص فرمایا۔ اللہ کی حمد اس کے فضل و کرم پر اور شکر ہے اس کا جو عزت و قدرت والا ہے۔ فاطمہ زہرا کو ساتھ لے کے چلو کہ اللہ نے ان کے ذکر کو بلند کیا ہے اور ان کے لیے ایک ایسے پاک و پاکیزہ مرد کو مخصوص کیا ہے جو ان ہی کے خاندان سے ہے

### حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے اشعار

اے فاطمہ تم عالم انسانیت کی تمام عورتوں سے بہتر ہو۔ تمہارا چہرہ چاند کی مثل ہے۔  
تمہیں اللہ نے تمام دنیا پر فضیلت دی ہے۔ اس شخص کی فضیلت کے ساتھ جس کا فضل و شرف سورہ زمر کی آیتوں میں مذکور ہے۔ اللہ نے تمہاری تزویج ایک صاحب فضائل و مناقب نوجوان سے کی ہے یعنی علی سے جو تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ پس اے میری پروسنو۔ فاطمہ کو لے کر چلو کیونکہ یہ ایک بڑی شان والے باپ کی عزت مآب بیٹی ہے۔

### شادی کے بعد

آپ کی شادی کے بعد زنانِ قریش انہیں طعنے دیتی تھیں کہ ان کی شادی ایک فقیر (غریب) سے کر دی گئی ہے۔ جس پر انہوں نے رسالت مآب سے شکایت کی تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ پکڑا اور تسلی دی کہ اے فاطمہ ایسا نہیں ہے بلکہ میں نے تیری شادی ایک ایسے شخص سے کی ہے جو اسلام میں سب سے اول، علم میں سب سے اکمل اور حلم میں سب سے افضل ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ علی میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں؟۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنسنے لگیں

اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اس پر راضی اور خوش ہوں۔ (بحار الانوار)

شادی کے بعد آپ کی زندگی طبقہ نسواں کے لیے ایک مثال ہے۔ (سیدہ کی عظمت)  
 آپ گھر کا تمام کام خود کرتی تھیں مگر کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں آیا نہ ہی کوئی  
 مددگار یا کنیز کا تقاضا کیا۔ 7ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کنیز عنایت کی جو  
 حضرت فضہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے  
 بارہاں مقرر کی تھیں یعنی ایک دن وہ کام کرتی تھیں اور ایک دن حضرت فضہ کام کرتی تھیں۔  
 (چودہ ستارے)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور دیکھا کہ آپ  
 بچے کو گود میں لیے چکی پیس رہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک کام  
 فضہ کے حوالے کر دو۔ آپ نے جواب دیا کہ بابا جان آج فضہ کی باری کا دن نہیں  
 ہے۔ (مناقب ابن شہر)

آپ کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مثالی تعلقات تھے۔ کبھی ان سے کسی  
 چیز کا تقاضا نہیں کیا۔ ایک دفعہ حضرت فاطمہ بیمار پڑیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے  
 پوچھا کہ کچھ کھانے کو دل چاہتا ہو تو بتاؤ۔ آپ نے کہا کہ میرے پدر بزرگوار نے تاکید کی  
 ہے کہ میں آپ سے کسی چیز کا سوال نہ کروں، ممکن ہے کہ آپ اس کو پورا نہ کر سکیں اور آپ کو  
 رنج ہو۔ اس لیے میں کچھ نہیں کہتی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب قسم دی تو انار کا  
 ذکر کیا۔ (نقوش عصمت)

آپ نے کئی جنگیں دیکھیں جن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نمایاں کردار ادا  
 کیا مگر کبھی یہ نہیں چاہا کہ وہ جنگ میں شریک نہ ہوں اور بچے رہیں۔ اس کے علاوہ جنگ احد  
 میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سولہ زخم کھائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ  
 مبارک بھی زخمی ہوا مگر آپ نے کسی خوف و ہراس کا مظاہرہ نہیں کیا اور مرہم پٹی، علاج اور

تلواروں کی صفائی کے فرائض سرانجام دیے۔ (تفسیر ابن کثیر)

### سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

اللہ نے آپ کو دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ دو بیٹے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بیٹیاں زینب بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا و ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھیں۔ ان کے دونوں بیٹوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا بیٹا کہتے تھے اور بہت پیار کرتے تھے۔ اور فرمایا تھا کہ حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ان کے نام بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود رکھے تھے۔

### مباہلہ

نجران کے نصرانیوں نے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے ساٹھ آدمی بھیجے تھے جن میں چودہ شخص ان کے سردار تھے جن کے نام یہ ہیں، عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا، سید جس کا نام اسیم تھا، ابو حارثہ بن علقمہ جو بکر بن وائل کا بھائی تھا، اور اوٹ بن حارث، زید، قیس، یزید اور اس کے دونوں لڑکے، اور خویلد اور عمرو، خالد، عبد اللہ اور محسن یہ سب چودہ سردار تھے لیکن پھر ان میں بڑے سردار تین شخص تھے عاقب جو امیر قوم تھا اور عقلمند سمجھا جاتا تھا اور صاحب مشورہ تھا اور اسی کی رائے پر یہ لوگ مطمئن ہو جاتے تھے اور سید جوان کا لاٹ پادری تھا اور مدرس اعلیٰ تھا یہ بنو بکر بن وائل کے عرب قبیلے میں سے تھا، لیکن نصرانی بن گیا تھا اور رومیوں کے ہاں اس کی بڑی آؤ بھگت تھی اس کے لئے انہوں نے بڑے بڑے گرجے بنا دیئے تھے اور اس کے دین کی مضبوطی دیکھ کر اس کی بہت کچھ خاطر و مدارات اور خدمت و عزت کرتے رہتے تھے یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت و شان سے واقف تھا اور اگلی کتابوں میں آپ کی صفتیں پڑھ چکا تھا دل سے آپ کی نبوت کا قائل تھا

لیکن نصرانیوں میں جو اس کی تکریم و تعظیم تھی اور وہاں جو جاہ و منصب اسے حاصل تھا اس کے چھن جانے کے خوف سے راہ حق کی طرف نہیں آتا تھا، غرض یہ وفد مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا آپ اس وقت عصر کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے یہ لوگ نفیس پوشاکیں پہنے ہوئے اور خوبصورت نرم چادریں اوڑھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بنو حارث بن کعب کے خاندان کے لوگ ہوں صحابہ کہتے ہیں ان کے بعد ان جیسا باشوکت وفد کوئی نہیں آیا، ان کی نماز کا وقت آ گیا تو آپ کی اجازت سے انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے مسجد نبوی میں ہی اپنے طریق پر نماز ادا کر لی۔ بعد نماز کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی گفتگو ہوئی ادھر سے بولنے والے یہ تین شخص تھے حارث بن علقمہ، عاقب یعنی عبدالمسیح اور سید یعنی اسہم یہ گوسٹا ہی مذہب پر تھے لیکن کچھ امور میں اختلاف رکھتے تھے۔ حضرت مسیح کی نسبت ان کے تینوں خیال تھے یعنی وہ خود اللہ جل شانہ ہے اور اللہ کا بیٹا ہے اور تین میں کا تیسرا ہے، اللہ ان کے اس ناپاک قول سے مبرا ہے اور بہت ہی بلند و بالا، تقریباً تمام نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے، مسیح کے اللہ ہونے کی دلیل تو ان کے پاس یہ تھی کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا تھا اور اندھوں اور کوڑھیوں اور بیماروں کو شفا دیتا تھا، غیب کی خبریں دیتا تھا اور مٹی کی چڑیا بنا کر پھونک مار کر اڑا دیا کرتا تھا اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ساری باتیں اس سے اللہ کے حکم سے سرزد ہوتی تھیں اس لئے کہ اللہ کی نشانیاں اللہ کی باتوں کے سچ ہونے پر اور حضرت عیسیٰ کی نبوت پر مثبت دلیل ہو جائیں، اللہ کا بیٹا ماننے والوں کی حجت یہ تھی کہ ان کا بہ ظاہر کوئی باپ نہ تھا اور گہوارے میں ہی بولنے لگے تھے، یہ باتیں بھی ایسی ہیں کہ ان سے پہلے دیکھنے میں ہی نہیں آئی تھیں (اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں تھیں تاکہ لوگ اللہ کو اسباب کا محکوم اور

عادت کا محتاج نہ سمجھیں وغیرہ۔) اور تین میں تیسرا اس لئے کہتے تھے کہ اس نے اپنے کلام میں فرمایا ہے ہم نے کیا، ہمارا امر، ہماری مخلوق، ہم نے فیصلہ کیا وغیرہ پس اگر اللہ اکیلا ایک ہی ہوتا تو یوں نہ فرماتا بلکہ فرماتا میں نے کیا، میرا امر، میری مخلوق، میں نے فیصلہ کیا وغیرہ پس ثابت ہوا کہ اللہ تین ہیں خود اللہ رب کعبہ اور عیسیٰ اور مریم (جس کا جواب یہ ہے کہ ہم کا لفظ صرف بڑائی کے لئے اور عظمت کے لئے ہے۔) اللہ تعالیٰ ان ظالموں منکروں کے قول سے پاک و بلند ہے، ان کے تمام عقائد کی تردید قرآن کریم میں نازل ہوئی، جب یہ دونوں پادری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات چیت کر چکے تو آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو جاؤ انہوں نے کہا ہم تو ماننے والے ہیں ہی، آپ نے فرمایا نہیں تمہیں چاہیے کہ اسلام قبول کر لو وہ کہنے لگے ہم تو آپ سے پہلے کے مسلمان ہیں فرمایا نہیں تمہارا یہ اسلام قبول نہیں اس لئے کہ تم اللہ کی اولاد مانتے ہو صلیب کی پوجا کرتے ہو خنزیر کھاتے ہو۔ انہوں نے کہا اچھا پھر یہ تو فرمائیے کہ حضرت عیسیٰ کا باپ کون تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس پر خاموش رہے اور سورہ آل عمران کی شروع سے لے کر آخر تک کی آیتیں ان کے جواب میں نازل ہوئیں۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ آل عمران آیت 59) ان لوگوں نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جس کو آیت مباہلہ کہتے ہیں کہ

بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے بنایا اسے مٹی سے، پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا (اے سننے والے) یہ حقیقت (کہ عیسیٰ انسان ہیں) تیرے رب کی طرف سے (بیان کی گئی) ہے پستونہ ہو جا شک کرنے والوں سے پھر جو شخص جھگڑا کرے آپ سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آگیا آپ کے پاس (یقینی) علم تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی

اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے (اللہ تعالیٰ کے حضور) التجا کریں پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان لوگوں کو اس مباہلہ کی دعوت دی تو ان نصرانیوں نے رات بھر کی مہلت مانگی۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن، حسین، علی، فاطمہ کو ساتھ لے کر مباہلہ کے لئے کاشانہ نبوت سے نکل پڑے مگر نجران کے نصرانیوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے کا اقرار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کر لی۔ (المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، باب الوفد الرابع عشر، سیرت مصطفیٰ مؤلف، عبدالمصطفیٰ اعظمی، صفحہ 524-525، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

جب ان کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے کہا ہم غور و فکر کر لیں۔ چنانچہ عاقب جو صاحب رائے تھا اس نے کہا اے عیسائیو! تم قسم بخدا جان چکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی مرسل ہیں اور جب کسی قوم نے کسی پیغمبر سے مباہلہ کیا تو ان کا بڑا بچا اور نہ چھوٹا۔ اگر تم نے مباہلہ کیا تو تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس اگر تم اپنے دین کی محبت میں انکار کرتے ہو تو ان سے معاہدہ صلح کر کے اپنے علاقے کی طرف لوٹ چلو۔ پس وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں۔ اس حالت میں آئے کہ آپ نے حسین کو گود میں اٹھایا ہوا تھا اور حسن کا ہاتھ پکڑنے والے تھے فاطمہ آپ کے پیچھے چلنے والی تھیں جبکہ علی ان کے پیچھے تھے۔ اور آپ کہہ رہے تھے۔ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ اس پر نجران کے پادری نے کہا اے وفد نجران! میں اپنے سامنے ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو ان کی دعا سے پہاڑ اپنی جگہ سے زائل ہو جائے گا۔ پس تم ان سے مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور سطح زمین پر کوئی ایک عیسائی بھی باقی نہ رہے گا۔ اس پر عیسائیوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہم نے رائے قائم کی ہے کہ مباہلہ نہ کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو ہزار حلقے ہر سال ادا کرنے پر ان سے صلح

کر لی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اہل نجران پر ہلاکت لٹک رہی تھی۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو مسخ ہو کر بندر و سور بن جاتے۔ (تفسیر مدارک المتزیل، ابوالبرکات عبداللہ النسفی، سورہ آل عمران 61)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

”مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ کو نزدیک بلا کر ان کے کان میں کچھ کہا جس پر وہ رونے لگیں۔ اس کے بعد آپ نے پھر سرگوشی کی تو آپ مسکرانے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ پہلے میرے بابا نے اپنی موت کی خبر دی تو میں رونے لگی۔ اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ سب سے پہلے میں ان سے جا ملوں گی تو میں مسکرانے لگی۔ (صحیح البخاری)

ایک اور روایت میں یحییٰ بن جعدہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ سال میں صرف ایک مرتبہ قرآن مجھے دکھایا جاتا تھا۔ مگر اس دفعہ دو مرتبہ دکھایا گیا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ میری موت قریب ہے۔ میرے اہل میں سے تم مجھے سب سے پہلے آ کر ملو گی۔ (تاریخ طبری)

یہ سن کر آپ غمگین ہوئیں تو رسول اللہ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم زنان اہل جنت کی سردار ہو؟ یہ سن کر آپ مسکرانے لگیں۔ (تاریخ بلاذری)

آپ کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ایک عظیم سانحہ تھا۔ اس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی تبدیل کر دی۔ آپ شب و روز گریہ کیا کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث میں سے بھی انہیں بوجہ کچھ نہ مل سکا جس سے ماں پریشانیاں بھی ہوئیں۔ مسئلہ فدک و خلافت بھی پیش آیا۔ اہل مدینہ ان کے رونے سے تنگ آئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے لیے مدینہ سے کچھ فاصلے پر بندوبست کیا



تاکہ وہ وہاں گریہ و زاری کیا کریں۔ اس جگہ کا نام بیت الحزن مشہور ہو گیا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد آپ نے مرثیہ کہا جس کا ایک شعر کا ترجمہ ہے کہ اے ابا جان آپ کے بعد مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو وہ تاریک راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔ (مدارج النبوة)

اس دوران مسئلہ فدک بھی پیش آیا جس کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

### سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے کچھ ماہ بعد آپ کی وفات ہوئی۔ اس کی تاریخ 3 جمادی الثانی 11 ھ ہے۔

### ایثار و سخاوت انفاق فی سبیل اللہ

ایثار و سخاوت انفاق فی سبیل اللہ اور دریادلی خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے اوصاف و شمائل اور سیرت و کردار کا ایک روشن حوالہ ہے۔ آپ کے ایثار و سخاوت کے یوں تو متعدد واقعات مشہور ہیں تاہم ذیل میں اس سلسلے کا ایک تاریخی واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ کا پتا چلتا ہے۔

ایک دفعہ قبیلہ بنو سلیم کے ضعیف العمر اور انتہائی بزرگ شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دین کے ضروری احکام و مسائل بتائے اور پھر ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اللہ کی (قبیلہ) بنو سلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب زیادہ غریب اور محتاج میں ہی ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب دیکھا اور فرمایا تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا؟ قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ اٹھے اور عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک اونٹنی

ہے جو میں انہیں دیتا ہوں۔ بعد ازاں رسالت مآب ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو اس کا سر ڈھانک دے؟ آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سن کر شیر خدا سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اٹھے اور اپنا عمامہ اتار کر نو مسلم اعرابی کے سر پر رکھ دیا۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو اس کی خوراک کا بندوبست کرے؟ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان صاحب کو اپنے ساتھ لیا اور ان کی خوراک کا انتظام کرنے لگے چند گھروں سے دریافت کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا۔ آخر انہوں نے دختر رسول ﷺ خاتون جنت سیدہ عالم حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے پوچھا کون ہے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی اسے سچے رسول ﷺ کی بیٹی اس بوڑھے مسکین کی خوراک کو بندوبست کیجیے سید عرب و عجم شاہ دو عالم سرور کائنات ﷺ کی دختر گرامی سیدہ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اے سلمان خدا کی قسم آج ہمارے ہاں تیسرا فاقہ ہے بچے فاقے سے بھوکے سوئے ہوئے ہیں۔ لیکن سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دوں گی۔ جاؤ یہ میری چادر شعمون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ کی یہ چادر رکھ لو اور اس کے عوض اس مسکین کو کچھ دے دو۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس نو مسلم ضعیف العمر اعرابی کو لے کر شعمون کے پاس پہنچے اور اس سے تمام کیفیت بیان کی۔ یہ تمام جراسن کروہ یہودی حیرت میں ڈوب گیا اس ک سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاکیزہ کردار کا اس یہودی پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار پکار اٹھا اے سلمان خدا کی قسم یہ وہی لاگ ہیں جن کی کبر تورات میں دی گئی ہے تم گواہ رہنا کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لایا۔ اس کے بعد اس نے کچھ غلہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیا اور چادر بھی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ

عنها کو واپس بھیج دی۔ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آئے تو سیدہ عالم نے اپنے ہاتھ اناج پیسا اور جلدی سے اس نو مسلم عربی کے لیے روٹیاں پکا کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیں۔ انہوں نے عرض کیا اے میرے آقا کی لخت جگر ان میں سے چھ بچوں کے لیے رکھ لیجیے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو چیز میں راہ خدا میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لیے جائز نہیں۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روٹیاں لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے روٹیاں اعرابی کو دے دیں اور پھر جگر گوشہ اور چہیتی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی ”بار الہی فاطمہ تیری کنیز ہے اس سے راضی رہنا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس شعر میں اسی واقعے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

ایک محتاج کی خاطر ان کا دل ایسا تڑپا کہ اس کی اعانت کے لیے ایک یہودی کے پاس اپنی چادر فروخت کرنے کے لیے پیش کر دی۔ خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق سرور کائنات شاہ دو عالم امام الانبیاء سید المرسلین حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا۔

### اہل جنت خواتین کی سردار سیدہ

ایک موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے شیر خدا سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا تم ان کے متعلق سوال کرتے ہو جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین لوگوں میں سے تھے اور جن کی اہلیہ رسول اللہ ﷺ کی وہ بیٹی تھیں جو آپ کو سب سے بڑھ کر محبوب تھیں۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زندگی سیرت و کردار کا ایک روشن باب ہے۔ رسالت مآب ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

فاطمہ اہل جنت کی خواتین کی سردار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”فاطمہ سیدہ نساء العالمین“ فاطمہ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تمہاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم خدیجہ رضی اللہ عنہا، فاطمہ رضی اللہ عنہ اور آسیہ (زوجہ فرعون) کافی ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے کتب حدیث میں متعدد روایتیں معقول ہیں جنہیں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کیا ہے حضرت علی ابن ابی طالب حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، امام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا، ام رافع رضی اللہ عنہا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ دختر شاہ دو عالم جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کا یہ ایک روشن باب ہے کہ امام الانبیاء، سید المرسلین محبوب رب العالمین حضرت محمد ﷺ کی نسل آپ رضی اللہ عنہ سے باقی ارو جاری ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اپنے پدر بزرگوار خیر الخلائق سید دو عالم حضرت محمد ﷺ کے وصال قبل سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے قریب بیٹھ کر رونے لگیں۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جان پدر زونہیں تمہارے رونے سے عرش الہی بھی رو رہا ہے پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو پونچھے انہیں تسلی اور تشفی دی۔ جس وقت سرور کونین ﷺ کی روح اقدس عالم قدس میں پہنچی تو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا شدت الم میں ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے ”پیارے ابا جان جبرائیل کو آپ ﷺ کی رحلت کی خبر کون پہنچائے گا آپ کے بعد اب وحی کس پر اترے گی اور جبرائیل کے پاس آئیں گے۔

پھر انہوں نے دعا مانگی اے اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح کو محمد ﷺ کی روح کے پاس پہنچا دے الہی مجھے رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے مسرور کر دے الہی مجھے یہ صدمہ برداشت کرنے کی طاقت دے الہی حشر کے دن مجھے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔

تمام اہل سیر متفق ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد کسی نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک روز آپ رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر پر تشریف لے گئیں اور اشک بار ہو کر یہ اشعار پڑھنے لگیں جو شخص احمد ﷺ کی تربیت کی مٹی ایک بار سونگھ لے اس پر لازم ہے کہ پھر کبھی کوئی خوشبو نہ سونگھے۔ یعنی اس کے بعد اسے کسی خوشبو کے سونگھے کی حاجت نہیں مجھ پر مصیبتیں پڑیں اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر وقت غمگین اور دل گرفتہ رہتی تھیں رسول اللہ ﷺ کے وصال کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بھی ان کے رب کی طرف سے بلاوا آ پہنچا جس کی وہ اسی دن سے منتظر تھیں جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں آگاہ فرمایا تھا کہ میرے اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے تم مجھے عالم آخرت میں ملو گی۔ آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں مورخین اور تذکرہ نگاروں کے مختلف اقوال ہیں جمہور اہل سیر کے قول کے مطابق آپ نے 3 رمضان المبارک سن 11ھ کو سفر آخرت اختیار فرمایا: جب کہ ایک اور قول کے مطابق سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے 3 جمادی الآخرہ سن 11ھ کو وفات پائی۔ بہر کیف یہ بات ثابت ہے کہ خاتون جنت سیدہ نسا العالمین حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد چند ماہ بعد زیادہ آپ ﷺ سے جدا نہ رہیں اور بہت جلد اس دنیائے فانی کو خیر باد کہہ کر جنت الفردوس میں پہنچ گئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ میری وفات کی لوگوں کو اطلاع نہ دی جائے اور انہیں رات کے وقت اس طرح کیا جائے کہ یہ اندازہ نہ ہو کہ یہ جنازہ کسی مرد کا ہے یا عورت کا۔ روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔

امام محمد بن الحسن زبالہ المدنی المتوفی سن 200ھ جن کی کتاب ”تاریخ المدنیہ مدینہ منورہ کی تاریخ پر سب سے قدیم اور سب سے جامع سمجھتی جاتی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ مزار کے قریب ہے جب کہ مورخ مسعودی نے بھی یہی تصریح کی ہے مورخ موصوف نے 332ھ میں جنت البقیع کی ایک قبر پر ایک کتبہ دیکھا تھا جس پر تحریر تھا کہ یہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔ کے مولف علامہ محمد بن محمود النجار البغدادی المتوفی 643ھ نے عبادل نامی شخص کے غلام فاندے کے حوالے سے لکھا ہے کہ جنت البقیع کے گورکن نے ایک قبر پر تختی دیکھی تھی جس پر تحریر تھا کہ یہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ چنانچہ علامہ محمد بن محمود ابن النجاد البغدادی فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی قبر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی قبر کے ساتھ ہی جنت البقیع میں ہے۔

چنانچہ مدینہ منورہ کے تاریخی قبرستان جنت البقیع میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے منسوب مزار پر صدیوں تک ایک شان دار عمارت قائم رہی۔ آپ کی قبر مبارک مرجع خلائق ہے جرمنی کی مشہور اسکالر اور نامور محقق این میری شمل اپنے ایک مضمون ”خواتین اور پیغمبر اسلام میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حضور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتی ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تاریخ اسلام میں متعدد قصے اور واقعات معروف ہیں جو اس امر سے متعلق ہیں کہ انہوں نے غربت اور تنگ دستی کیونکر سہی۔ یہ واقعات اہل تقویٰ کے خوش کن تصور میں اضافہ کرتے ہیں جن کے لیے وہ

درحقیقت انسانیت کی ملکہ تھیں ان کی غراباومساکین کے لیے ایثار و سخاوت اور فیاضی (درآں حالیکہ ان کا اپنا گھرانہ بھوکا رہتا) یہ تمام واقعات اتنے متاثر کن اتنے اثر انگیز اور اتنے خوب صورت ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام مسلمان خواتین کے لیے ایک سوہ روشن نمونہ اور اول ماڈل نظر آتی ہیں۔ شاعر شرق علامہ محمد اقبال نے آپ رضی اللہ عنہا کے متعلق بجا طور پر کہا ہے:

حضرت سیدہ بتول کی شان یہ ہے کہ وہ تسلیم و رضا کی کھیتی کی حامل ماؤں کے لیے تقلید کا مکمل اور بہترین نمونہ ہیں۔

### حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تعارف

حضرت علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب آپ کی کنیت ابوالحسن یہ کنیت آپ کے گھر والوں نے رکھی تاہم آپ کی کنیت ابوتراب یہ حضور نبی کریم ﷺ نے رکھی جب حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو مسجد میں سوتے ہوئے دیکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی کمر سے چادر ہٹی ہوئی تھی اور کمر پر مٹی لگی ہوئی تھی تو حضور ﷺ نے آپ کو ابوتراب کہہ کر پکارا، بعض اہل علم نے کہا کہ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد میں چلے گئے تو وہاں مٹی میں لیٹ گئے تو جب حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ ﷺ پہنچان گئے کہ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو کر آئے ہیں تو فرمایا اے ابوتراب کیا ہوا؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے انہوں نے اسلام قبول کیا اور کبار صحابیات میں ان کا شمار ہوتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں ان کا وصال ہوا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ  
حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا اے علی تم مجھ

سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطولاً عمرۃ القضاء میں ذکر کیا عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم میرے ساتھ خلق و خلق میں مشابہت رکھتے ہو۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو فرمایا ”منی“ یہ ”من“ اتصال کے معنی میں ہے اور اس کا معنی تم میرے ساتھ متصل ہو اور اس اتصال سے مراد جہت نبوت کا اتصال نہیں ہے بلکہ جہت علم، قرب اور نسب کا اتصال ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ تُوِّنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے وصال فرمایا  
اس حال میں کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔

یہ تعلیق قریب ہی وفاتہ عمر میں گزر چکی ہے۔

### حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آغوشِ مصطفیٰ ﷺ میں

جناب ابوطالب کثیر العیال تھے۔ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح خوش حال نہ تھے مکہ میں قحط پڑ گیا تو اس سے ان کی مالی حالت اور کمزور ہو گئی۔ رحمت عالم ﷺ سے آپ کی یہ تکلیف دہ حالت دیکھی نہ جاسکی لہذا اپنے چچا حضرت عباس کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں اس بات کی ترغیب دی کہ جناب ابوطالب کا بوجھ ہمیں بانٹ لینا چاہیے ان کا ایک بیٹا میں لے لیتا ہوں۔ اس کی کفالت میں کروں گا اور ایک بیٹا آپ لے لیں اس کی کفالت آپ کریں۔ اس طرح ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا لہذا دونوں جناب ابوطالب کے پاس گئے اور انہیں اپنی آمد کا مقصد بیان کیا اس پر ابوطالب جن کے چار بیٹے تھے اور ہر ایک دوسرے سے دس سال چھوٹا تھا ان کے نام طالب، عقیل، جعفر اور علی تھے انہوں نے کہا کہ عقیل اور طالب کو میرے پاس رہنے دو باقی دونوں کے بارے میں جیسے تم کہتے ہو چنانچہ حضرت علی



رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم نے لے لیا اور جعفر کو حضرت عباس نے لے لیا۔

یوں اعلان نبوت سے قبل ہی حضرت علی آغوش نبوت میں آگئے تاکہ یہ قطرہ، صدف احمدی میں پرورش پا کر در شہسوار بنے اور اپنے علمی اور روحانی انوار ساطعہ سے قیامت تک اکناف عالم کو منور و تاباں کرتے رہے۔

### حضور نبی کریم ﷺ نے نام رکھا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں کہ جب میرا یہ بچہ پیدا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اس کا نام علی رکھا اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور اپنی زبان مبارک اس مولود مسعود کو چوسنے کے لئے اس کے منہ میں ڈال دی جسے یہ بچہ (حضرت علی) چوستے ہوئے سو گیا۔

(سیرت حلبیہ: ج، اول، ص ۱۸۲، بحوالہ ضیاء النبی جلد دوم)

### حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایمان لانا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز آپ کا شانہ نبوت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جسے اس نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور اس کی تبلیغ کے لئے رسول مبعوث کئے ہیں۔ پس میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لاؤ اور اس کی عبادت کرو، اور لات وعزلی کے ساتھ کفر کرو۔“

(سیرت حلبیہ: ج، اول، ص ۱۸۲، بحوالہ ضیاء النبی جلد دوم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے اس بارے میں آج تک نہیں سنا، جب تک میں اپنے والد سے مشورہ نہ کر لوں میرے لئے کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی! تم اسلام نہیں لانا چاہتے تو کم از کم اس راز کو افشاء تو نہ کرو۔

ایک رات یوں ہی گزر گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو نورِ ایمان سے روشن کر دیا تو وہ صبح سویرے ایمان لے آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بروز سوموار حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے دیکھا اور بروز منگل انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی ایک روایت میں دس سال بیان کی گئی ہے تاہم آپ بالغ نہیں ہوئے تھے لیکن سن تمیز کو ضرور پہنچ چکے تھے۔ ابتداء میں آپ نے اپنا ایمان اپنے والد سے پوشیدہ رکھا مگر یہ راز فاش ہو گیا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کل میں یہ جھنڈا ضرور اس کو شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح مرحمت فرمائے گا لوگ تمام رات اسی حسرت میں رہے کہ دیکھیے صبح کس خوش نصیب کو جھنڈا عطا فرمایا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو ہر ایک یہ تمنا لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جھنڈا سے مرحمت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابوطالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں فرمایا انہیں بلا لاؤ پس انہیں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کے لئے دعا فرمائی پس وہ اس طرح شفا یاب ہو گئے جیسے انہیں تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔ پھر آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس وقت تک لڑوں جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ فرمایا: خاموشی کے ساتھ جاؤ اور جب تم ان کے میدان میں اترو تو پہلے انہیں اسلام کی طرف بلانا اور جو ان پر واجب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور انہیں بتایا پس خدا کی قسم اگر تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں کے ہونے سے بہتر ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر کے لئے حضرت علی

کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھیں دکھنے کے باعث حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں فوج میں شامل نہیں ہونے دیا اور انہیں پیچھے رہنے دیا۔ انہوں نے سوچا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر رہ گیا ہوں پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نکل کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے جا ملے جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح مرحمت فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبح یہ جھنڈا میں ضرور ایسے شخص کو دوں گا یا ایسے شخص کے سپرد کروں گا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ دوست رکھتے ہیں یا یہ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح سے نوازے گا۔ اچانک ہماری ملاقات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوئی حالانکہ ان کی آنے کی کوئی امید نہ تھی پس رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا انہیں عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

### وادی خیبر

مدینہ سے چند منزل دور خیبر عہدی نبوی کا اسرائیل بن چکا تھا۔ مدینہ سے نکالے گئے یہودی بھی وہیں جمع ہو گئے تھے سب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے، عرب قبائل سے جوڑ توڑ کر کے انہیں مسلمانوں کے خلاف ابھارتے رہتے تھے۔ خیبر میں یہودیوں کے چھ قلعے تھے اور بیس (۲۰) ہزار تجربہ کار جنگ جو جن کے پاس وافر مقدار میں سامان رسد و حرب موجود تھا۔ یہودیوں کو اپنے قلعوں کی مضبوطی اور جنگی ساز و سامان پر مکمل ناز و بھروسہ تھا۔ وہ اپنے حلیف عرب قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کی تیاریوں کی منصوبہ بندی میں لگے ہوئے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کے عزائم اور تیاریوں کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ سولہ سو جانثاروں کے ہمراہ اچانک خیبر پہنچ گئے اور یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا محاصرہ بیس دن جاری رہا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اور وہ متحد ہو کر نہ لڑ سکے۔ یکے بعد دیگرے ران کے پانچ قلعے فتح ہو گئے مگر چھٹا

قلعہ جسے قلعہ قوموں کہتے تھے یہ بڑا مستحکم تھا اور اس کا سردار مرحب تھا جو عرب کے مشہور بہادروں میں شمار ہوتا تھا۔ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قلعہ پر حملہ کیا مگر کامیابی نہ مل سکی۔ فتح میں غیر معمولی تاخیر ہوتی دیکھ کر ایک شام حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اٹے دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور جسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

### فاتح قلعہ ناعم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

متعدد سیرت نگاروں نے اپنی اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ مرحب، اپنے بھائیوں کے ہمراہ اسی قلعہ میں موجود تھا اور سید علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس کی جنگ اسی قلعہ کے دروازے کے سامنے ہوئی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی کبھی درد شقیقہ کی تکلیف ہوتی تھی یہ تکلیف ایک دو روز جاری رہتی تھی جب حضور خیبر میں تشریف لائے تو پھر اس درد شقیقہ کی تکلیف ہو گئی۔ جس کی وجہ سے آپ باہر تشریف نہ لاسکے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم عطا فرما کر بھیجا جنہوں نے ان کے ساتھ شدید جنگ کی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ دوسرے روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم ﷺ کا پرچم لے کر قلعہ پر حملہ کیا اور شدید جنگ کی جو پہلے دن سے بھی زیادہ سخت تھی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ بارگاہ رسالت میں صورت حال عرض کی گئی، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لَا عَطِيْنَ رَايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيْسَ بِفَرَّارٍ يُحِبُّ اللّٰهَ  
وَرَسُوْلَهُ يَأْخُذُهَا عَنُوَّةً“

کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس قلعہ کو فتح فرمائے گا وہ شخص فرار نہیں ہوگا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہوگا اور قوت بازو سے اس قلعہ پر قابض ہو جائے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سن لیا، ان کی یہ رات بیچ و تاب کھاتے ہوئے گزری۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اس کو نصیب ہو۔ جب صبح ہوئی تو سارے مجاہدین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ وہ یہ جاننے کے لئے از حد بے قرار تھے کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس کو آج پرچم عطا فرمائے گا۔

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم آشوب چشم کی تکلیف کے باعث مدینہ طیبہ سے حضور ﷺ کے ہم رکاب خیبر کی طرف روانہ نہیں ہو سکے تھے۔ جب سرکارِ دو عالم ﷺ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے تو علی المرتضیٰ نے اپنے دل میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جہاد پر تشریف لے جائیں اور میں پیچھے رہ جاؤں؟ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوگا چنانچہ دکھتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے آقا کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ خیبر میں حضور ﷺ کے قریب جا کر اپنی اونٹنی بٹھائی اور حالت یہ تھی کہ آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔ اس روز جب حضور ﷺ نماز جمعہ ادا فرما چکے تو جھنڈا منگوایا اور کھڑے ہو کر لوگوں کو وعظ فرمایا: پھر پوچھا اَیْنَ عَلِیٌّ کہاں ہیں؟ عرض کی گئی ان کی دونوں آنکھیں دکھتی ہیں۔ اس لئے یہاں موجود نہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں بلا بھیجا۔ حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کو بلانے کے لئے میں گیا۔ میں ان کا ہاتھ پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ رحمت عالم ﷺ نے پوچھا علی! تمہیں کیا ہے؟ عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آنکھیں دکھنے لگی ہیں اور مجھے اپنے سامنے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ نے فرمایا میرے نزدیک آ جاؤ۔ سیدنا علی فرماتے ہیں میں نزدیک ہوا۔ حضور ﷺ نے میرا سر اپنی گود مبارک میں رکھا، پھر اپنا لعاب دہن ہاتھوں پر لگا کر میری آنکھوں پر ملا تو میں اسی وقت صحت یاب ہو گیا گویا مجھے کبھی آشوب چشم کی تکلیف ہوئی نہ تھی۔ اس لعاب دہن کی برکت سے ساری عمر آپ کی آنکھوں کو کبھی تکلیف نہ ہوئی۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں پرچم عطا فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آہستہ آہستہ ان کے میدان میں جاؤ اور وہاں پہنچ کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔ نیز انہیں بتاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کون سے حقوق ان پر واجب الاداء ہوں گے۔ اے علی! بخدا! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لئے اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ دیئے جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رخصت ہو کر قلعہ کے سامنے تشریف لے گئے۔ اور جا کر جھنڈا گاڑ دیا۔ ایک یہودی نے اس قلعہ کی چھت سے جھانکا اور آپ کو دیکھ کر پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں علی ہوں یہودی کے منہ سے نکلا کہ اس خدا کی قسم! جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی آپ یہودیوں پر غالب آ جائیں گے۔

یہودیوں کی طرف سے قلعہ سے جو شخص پہلے نکلا وہ مرحب کا بھائی حارث تھا اس نے آ کر دعوت مبارزت دی۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پلک جھپکتے ہی اس کا کام تمام کر دیا جو یہودی حارث کے ہمراہ تھے وہ بھاگ کر اپنے قلعہ میں واپس آ گئے۔ پھر ایک دوسرا یہودی جو طویل القامت بھرے ہوئے جسم کا مالک تھا اس کو عامر کہتے ہیں وہ مقابلہ کے لئے نکلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پانچ گزے کو تم دیکھ رہے ہو؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس کے مقابل ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر کئی وار کئے مگر وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی پنڈلیوں پر وار کیا تو وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی جہنم رسید کر کے اس کے ہتھیار اٹھائے پھر ایک اور یہودی نکلا جسے یاسر کہتے تھے۔

اس نے رجزیہ اشعار پڑھے کہ میں یہودیوں کے بڑے طاقتور اور بہادر سپاہیوں

سے ہوں اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سائیزہ تھا جس سے وہ لوگوں کو ہانکتا تھا اس کا مقابلہ کے لئے بھی شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نکلے مگر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے اور اس کے درمیان حائل نہ ہوں چنانچہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ درمیان سے ہٹ گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی رضی اللہ عنہا نے جب یہ منظر دیکھا تو عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ شخص میرے بیٹے کو قتل کر دے گا؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”بلکہ ان شاء اللہ تیرا بیٹا اسے واصل جہنم کرے گا۔ اس میں کیا مجال کی تیرے بیٹے کا ایک بال بھی ٹیڑھا کر سکے۔“

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رجز پڑھتے ہوئے اس سے نبرد آزما ہوئے اور انہوں نے اپنی تلوار کی ایک ہی ضرب سے اس کو واصل جہنم کر دیا۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کو واصل جہنم کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرا چچا اور خالو تم پر قربان ہوں۔ نیز فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری میری پھوپھی کا لڑکا زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مرحب اپنی تلوار لہراتا ہوا میدان میں نکلا اس کے سر پر زرد رنگ کا خود تھا جو یمنی تھا اس نے یہ رجز پڑھتے ہوئے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔

پورا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیاروں سے مسلح ہوں تجربہ کار بہادر ہوں جب شیر مجھ پر حملہ کرتے ہیں تو میں جوش سے بھڑک اٹھتا ہوں۔

اس کے مقابلہ میں حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نکلے اور آپ رضی اللہ عنہ نے

یہ اشعار پڑھے:

پورا خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں میں اسلحہ سے لیس ہوں بہادر ہوں خطرات میں کود

جانے والا ہوں۔

ہر دو نے ایک دوسرے پر وار کئے مرحب کی تلوار حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال پر لگی حضرت عامر رضی اللہ عنہ جھک کر اس پر اپنی تلوار سے وار کیا۔ آپ کی تلوار چھوٹی تھی وہ آپ کی گھٹنے کی ہڈی پر لگی جس کے باعث وہ شہید ہو گئے۔ مرحب پھر شیر کی طرح دھاڑتا ہوا میدان میں آیا رجز یہ اشعار پڑھ کر مقابل کا مطالبہ کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس کے غرور کو خاک میں ملانے کے لئے خود میدان میں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔

میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے جنگل کے شیروں کی طرح میں بڑا خوفناک ہوں میں ان کو ایک ضاع کے بدلے بہت بڑے پیالے میں ماپ کر دوں گا۔  
آپ نے ذوالفقار حیدری سے وار کیا جو مرحب کے سر پر لگا آپ کی تلوار اس کا فولادی خود کاٹتی ہوئی اس کے دانتوں سے اترتی ہوئی سر کو کاٹ کرتن سے جدا کر دیا۔  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مرحب کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر بحضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر حاضر ہوئے اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے مرحب کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا لیکن صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مرحب کو قتل کرنے والے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

### ایک سجدہ کئے بغیر جنت میں داخل ہونے والا خوش نصیب حبشی

قلعہ ناعم والوں نے جب ہتھیار سجالے اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے تو ایک یہودی کے سیاہ قام غلام نے اپنے مالک سے پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے بتایا کہ ہم اس شخص سے لڑنا چاہتے ہیں جو یہ کہتا ہے میں نبی ہوں۔ یہودیوں کی زبان سے نبی



کریم ﷺ کا سن کر اس حبشی غلام نے اپنا ریوڑ لیا اور اسے چرانے کے لئے باہر نکل آیا مسلمانوں نے اسے گرفتار کر لیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔

ابن عقبہ کہتے ہیں کہ وہ خود اپنے ریوڑ کو لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے اس سے گفتگو کی اس نے پوچھا آپ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس نے کہا اگر میں یہ شہادت دے دوں تو مجھے کیا ملے گا آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو ایمان لے آتا ہے تو تجھے جنت ملے گی۔ پس وہ سیاہ فام یہودیوں کا غلام مسلمان ہو گیا۔

اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں ایسا شخص ہوں جس کی رنگت کالی ہے جس کا چہرہ خوبصورت نہیں ہے جس سے بدبو آتی ہے میرے پاس کوئی مال بھی نہیں ہے اگر میں یہودیوں سے جنگ کروں اور مارا جاؤں تو کیا میں جنت جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جی ضرور تو جنت جائے گا۔

وہ سیاہ فام غلام عرض کرتا ہے یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس میرے مالکوں کی بکریاں ہیں یہ ان کی امانت ہیں ان کا کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا انہیں لشکر سے باہر لے جاؤ اور اپنے مالکوں کی طرف ہانک کر انہیں کنکریاں مار کر بھگا دو تمہاری طرف سے ان کی امانت ادا ہو جائے گی اس نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا وہ بکریاں اکٹھی ہو گئیں اور اپنے مالکوں کی طرف دوڑ پڑیں ہر بکری اپنے اپنے مالک تک پہنچ گئی مگر وہ حضور نبی کریم ﷺ کی یہ دیانت داری سن کر بڑا متعجب ہوا۔

وہ سیاہ فام غلام میدان جنگ میں گیا اور یہودیوں سے لڑنا شروع کر دیا جس پر اسے ایک تیر لگا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گیا۔ یوں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کے بعد ایک سجدہ بھی نہیں کیا مگر جام شہادت نوش کر کے جنت کی ابدی نعمت حاصل کر گیا۔ مسلمان اسے اٹھا۔

کر لے آئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے خیمہ میں لے جاؤ جب آپ ﷺ جنگ سے فارغ ہوئے تو اس سیاہ فام حبشی غلام کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: ”اے حبشی غلام تیرے چہرے کو اللہ تعالیٰ نے روشن کر دیا ہے اور تیری بدبو کو اللہ تعالیٰ نے خوشبو سے تبدیل کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیرے مال کو بڑھا دیا ہے

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دو حوروں کو دیکھا جو اس سیاہ فام غلام کے چہرے پر گرد و غبار کو صاف کر رہی ہیں اور یہ کہہ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو خاک آلود کرے جس نے تیرے چہرے کو غبار آلود کیا اور اسے ہلاک کرے جس نے تجھے شہید کیا۔

(سیرت نبویہ: ج ۳، ص ۳۶۱۔ بحوالہ ضیاء النبی ﷺ)

### مبارک ہو تمہارے بھائی کا قاتل مرگیا

قلعہ ناعم کے محاصرہ کے دنوں میں ایک دن جب جنگ کی شدت میں کمی آئی تو محمود بن مسلمہ قلعہ کی دیوار کے سائے میں سستانے کے لئے بیٹھ گئے چونکہ شدید گرمی تھی اس لئے اپنا خود اتار دیا یہودیوں نے جب آپ کو دیوار کے سایے میں بیٹھے دیکھا تو انہوں نے یہ موقع غنیمت جانا ان میں مرحب بھی تھا وہ قلعہ کی چھت پر گیا اور وہاں پڑے ہوئے چکی کے پاٹ کو اس نے اس کے سر پر گرا کر کچل دیا۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مرحب کو واصل جہنم کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی سے کہا:

اے محمد! تمہیں مبارک ہو تمہارے بھائی کا قاتل قتل کر دیا گیا ہے۔

یہ سن کر محمد بن مسلمہ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی جس روز مرحب واصل جہنم ہوا اسی دن محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

مرحب کے مارے جانے کے بعد یہودیوں پر دہشت طاری ہو گئی پھر ان میں سے کوئی مبارز طلب نہ ہوا۔ عام حملہ ہوا گھمسان کی لڑائی کے بعد ناقابلِ تسخیر سمجھا جانے والا

قلعہ قموص فتح ہو گیا۔ ترانوے یہودی مارے گئے بیس مسلمان شہید ہوئے۔ قموص کی تسخیر کے بعد پوری وادی خیبر مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی۔

حضرت عبدالعزیز بن حازم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ فلاں شخص منبر پر بیٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو برا بھلا کہتا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا۔ آخر وہ کیا کہتا ہے؟ جواب دیا وہ ان کو ابوتراب کہتا ہے۔ یہ ہنس پڑے اور فرمایا: خدا کی قسم ان کا یہ نام تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ نام اپنے اصلی نام سے زیادہ پیارا ہے پس راوی کو حضرت سہل سے پوری حدیث سننے کی طمع پیدا ہوئی اور کہنے لگے۔ اے ابو عباس واقعہ کیا تھا؟ فرمایا: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پھر مسجد میں آ کر لیٹ گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مسجد میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور انہیں دیکھا کہ چادر ان کی پیٹھ سے ہٹ گئی ہے اور ان کی پیٹھ مٹی سے آلودہ ہو گئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑنے لگے اور دو مرتبہ فرمایا اے ابوتراب اٹھو۔

حدیث ہذا سے واضح ہوا کہ بعض اوقات جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما میں شکر رنجی ہو جایا کرتی تھی۔ بلکہ حق الیقین کی روایت سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ بہت ہی شدید ناراضگی ہو جایا کرتی تھی ظاہر ہے کہ ناراضگی بغیر ایذا کے نہیں ہو سکتی، حدیث ہذا کے اس پہلو پر اگر آپ دیانتداری سے غور کریں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر بخاری میں یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں؟ تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و علی رضی اللہ عنہما میں بھی ناراضگی ہو جایا کرتی تھی۔ پھر اسکے ساتھ اس روایت کو بھی لیجیے جس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی، پھر صغریٰ کبریٰ ملا کر جو الزام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر

قائم کیا جائے گا تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وہی الزام قائم نہیں ہوگا، اسکے بعد امام نے ایک حدیث ذکر کی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے: اہل صفہ ستر نפר تھے جن کی غربت کا یہ عالم تھا کہ کسی کے پاس صرف تہبند تھا چادر نہ تھی یا کمبل تھا جس کو وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے اور وہ بھی نصف پنڈلی تک پہنچتے تھے اور بعض کے ٹخنوں تک۔

کیا مسجد میں سونا جائز ہے: ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ بضرورت مسجد میں سونا جائز ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب ہر کوئی مسجد میں ڈیرے ہی جمادے اور اسے گھروں کی طرح استعمال کرنا شروع کر دے۔ مسجد میں اگر بضرورت رہنا پڑ جائے تو اس کے آداب کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ معتکف اور پردیسی کے سوا کسی کو مسجد میں کھانا پینا، سونا جائز نہیں لہذا جب کھانے پینے وغیرہ کا ارادہ ہو تو اعتکاف کی نیت کر لے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ مسجد میں سونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں حضرت امام مالکؒ نے فرمایا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ جس کا گھر بار ہو وہ مسجد میں سوئے۔

(عمدة القاری، جلد ۴، صفحہ ۱۹۹)

حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے شان عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں استفسار کیا انہوں نے ان کے نیک اعمال بیان کر کے فرمایا یہ باتیں تجھے بری لگی ہوں گی؟ اس نے کہا: ہاں، انہوں نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے پھر اس نے شان علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ان کی بھی خوبیاں بیان کیں اور فرمایا وہ ایسے ہیں کہ ان کا گھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے درمیان ہے اور پوچھا کہ یہ باتیں بھی تجھے بری لگی ہوں گی؟ جواب دیا: ہاں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے جادف ہو جا اور مجھے نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرنا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے محاسن آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات بشمول

غزوہ بدر کے شریک ہوئے۔ قلعہ خیبر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں یہودی مرحب واصل جہنم ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا گھر حضور نبی کریم ﷺ کے گھروں کے درمیان تھا۔ (عمدة القاری: ج ۱۶، ص ۳۰۰)

ایک انصاری صحابی حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ نے یہ مکان دیا تھا جو حجرہ نبوی ﷺ کے قریب تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا کہ بے شک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پینے سے تکلیف ہوتی تھی وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں شکایت کرنے کی غرض سے گئیں لیکن دولت خانہ پر آپ ﷺ کو نہ پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں انہیں وجہ بتادی۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کہ وجہ بتائی پس نبی کریم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے جب کہ ہم اپنے بستروں میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں اٹھنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی اپنی جگہ رہو پس آپ ﷺ ہمارے درمیان رونق افروز ہو گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے مبارک قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں جو اس سے بہتر ہے جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا؟ جب تم اپنے بستروں پر لیٹنے لگو تو چونتیس (۳۲) مرتبہ اللہ اکبر تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو یہ تم دونوں کے لئے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری)

حضرت سعد سے مروی ہے کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ (بخاری)

جب حضور نبی کریم ﷺ نے تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھے بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات پہ راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔۔۔ الخ، تو حضور نبی کریم ﷺ نے یہ مثال دی کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ طور پر تشریف لے گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔ اس سے یہ مراد قطعاً نہیں کہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے خلیفہ ہوں گے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے پہلے ہو گئی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے ان کی زندگی میں خلیفہ بنے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی حضور نبی کریم ﷺ کے حیات میں خلیفہ بنے جب آپ ﷺ غزوہ تبوک کی جانب تشریف لے گئے۔ (عمدة القاری: ج ۱۶، ص ۳۰۱)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اقْتَضُوا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُونَ فَإِنِّي أَكْرَهُ الْأُخْتِلَافَ حَتَّى يَكُونَ لِلنَّاسِ جَمَاعَةٌ أَوْ أُمُوتٌ كَمَا مَاتَ أَصْحَابِي فَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَرَى أَنَّ عَامَّةَ مَا يُرَوَى عَلَى عَلِيٍّ الْكَذِبُ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ انہوں نے اہل عراق کو کہا کہ تم جیسے پہلے فیصلہ کرتے تھے اسی طرح فیصلہ کرتے رہو کیونکہ میں اختلاف کو برا سمجھتا ہوں اور لوگوں کو متحد رہنا چاہیے یا مجھے موت آجائے جس طرح میرے ساتھی موت کی آغوش میں چلے گئے ہیں۔ امام ابن سیرین کا خیال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف اکثر روایتیں جھوٹی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جب عراق تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ جس طرح

تم پہلے فیصلہ کرتے تھے اب بھی اسی طرح فیصلہ کرتے رہو اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عراق آئے تو انہوں نے کہا کہ میری رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق تھی کہ ام الولد کو آزاد کر دیا جائے لیکن اب میں انہیں بدستور باندی قرار دیتا ہوں تو عبیدہ رضی اللہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کی وہ رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رائے کے مطابقت تھی اور آج کی رائے سے بہتر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایسے ہی فیصلے کرو جیسے پہلے کرتے تھے میں ناپسند کرتا ہوں اختلاف کو یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں علامہ کرمانی نے کہا کہ جب اختلاف امت رحمت ہے تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس اختلاف کو کیوں ناپسند کرتے ہیں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ اختلاف جو نزاع اور فتنہ کی طرف لے جائے وہ مکروہ ہے، علامہ ابن سیرین یعنی محمد بن سیرین نے کہا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے عام روایات مروی ہیں وہ جھوٹ و افتراء ہیں، اور ام الولد کی بیع میں صدر اول میں اختلاف تھا حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے ان بیع کی اباحت منقول ہے اور اسی طرف گئے ہیں داؤد، بشر بن غیاث، اور یہی قول قدیم شوافع کا ہے اور احمد کی روایت میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رجوع کر لیا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی باندی سے وطی کی پھر بچہ پیدا ہوا تو وہ اس باندی کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا، اسے امام احمد، ابن ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری: ج ۱۶، ص ۳۰۲)

### حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شادی

جنگ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی محبوب ترین صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے شادی کرادی اور فرمایا کہ پیاری بیٹی میں نے اپنے خاندان کے بہترین شخص سے تیری شادی کی ہے۔

## شادی کے لئے ضروری سامان کی خریداری

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے شادی کے ضروری ساز و سامان کی خریداری کے لئے اپنی زرہ مدینہ کے بازار میں لے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ چار سو درہم میں خرید لی بعد ازاں وہ زرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تحفہ میں دے دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہ زرہ اور درہم لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں کلمات خیر فرمائے۔ یوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خانہ داری کے ضروری سامان اور ولیمہ کا انتظام کیا۔

## حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز میں چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے بان کی چار پائی ایک چادر، آٹا پیسنے کی چکی، ایک چھاگل، ایک مشک اور دو مٹی کے گھڑے تھے۔

## حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب میں مہاجرین و انصار میں حضرت حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور اتنی ہی تعداد میں انصار نے شرکت کی۔

## حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دعوت ولیمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت ولیمہ میں کھجوریں، جو کی روٹی، پنیر اور ایک خاص قسم

کا شور باتھا۔

یہ تھی جنتی عورتوں کی سردار سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی سادہ سی

تقریب۔



ایک انصاری صحابی حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ نے حجرہ نبوی کے پاس اس شادی شدہ جوڑے کے لئے مکان دیا۔

### حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اولاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تین صاحبزادے۔ حضرت حسن، حضرت حسین اور محسن اور دو صاحبزادیاں حضرت ام کلثوم اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ حضرت محسن بچپن میں ہی وصال فرما گئے جب کہ باقی چاروں نے تاریخ اسلام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دوسری شادی نہیں کی۔

### سرایا بنی سعد

فتح خیبر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سواروں کا ایک دستہ دے کر بنی سعد کے مقابلے کے لئے فدک بھیجا یہ قبیلہ خیبر کے یہودیوں کی امداد کے لئے جمع تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہمکنار فرمایا: بنی سعد بھاگ گئے۔

### یمن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعیناتی

فتح مکہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو قبیلہ ہمدان کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا ان کی سعی جمیلہ سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

### قبیلہ طے کابت

۹ ہجری کو ربیع الاول کے ماہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قبیلہ طے کابت الفلس توڑنے کے لئے روانہ ہوئے انہوں نے جا کر وہ بت توڑا اور مال غنیمت اور قیدی لے کر واپس لوٹے انہی میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی تھی حضور نبی کریم ﷺ نے اس سارے قبیلے کو آزاد کر دیا سفانہ کی کوششوں سے اس کا مفرور بھائی عدی بن حاتم بھی مسلمان ہو گیا

عدی جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ہو کر لڑا۔

### یمن کے قاضی

جب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جس قوم کی طرف قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں اس میں مجھ سے زیادہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار لوگ موجود ہوں گے ان کے معاملات کا فیصلہ کرنا میرے لئے مشکل ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور دعا فرمائی ”اے اللہ! علی کی زبان کو راست گو بنا دے اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور فرما دے“ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سر پر عمامہ باندھا اور روانہ کیا۔

### سب سے بڑے قاضی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ میں مقدمات کے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ”اقضی ہم علی“ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ بعد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی کئی مرتبہ دہرایا۔

### غدیر خم

حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر راستہ میں بعض افراد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بازے میں معترضانہ چہ میگوئیاں کیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر غدیر خم نامی گاؤں میں پڑاؤ ڈالا اور ایک خطبہ دیا جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعریف کی اور باتوں کے علاوہ فرمایا ”جس کا میں مولا علی بھی اس کا مولا ہیں۔ (مولا۔ دوست، حامی۔ یار و مددگار۔ ہمسایہ، آقا، آزاد کردہ غلام وغیرہ سب کے مفہوم میں آتا ہے یہاں اس سے مراد دوست اور محب مراد

ہے۔ (لغت))

فرمایا: علی کا جو دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔ اے اللہ! جو علی سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت علی کو گلے لگا لیا اور انہیں مبارک باد دی اور کہا کہ آپ سے آپ رضی اللہ عنہ میرے بھی مولا ہیں۔

### شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جنگ نہرواں کے بعد بچے کچھے خوارج بحرین اور احصا کی طرف نکل گئے اور وہاں اپنے مراکز قائم کر لئے، آئندہ زمانوں میں انہی مقامات سے مملکت اسلامیہ کے خلاف خفیہ سازشوں میں اور بعض خفیہ حملوں میں مصروف عمل رہے۔ انہوں نے بہت سے نیک مرد و عورتوں اور بچوں کو بڑی سفاکی کے ساتھ قتل کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی برا بھلا کہتے اور انہیں قتل کی دھمکیاں دیتے۔

یہ خوارج حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو اسلامی دنیا میں اختلاف و انتشار اور فتنہ و فساد کا بانی مبانی سمجھتے تھے۔ چنانچہ تین خوارجی عبدالرحمن بن ملجم، برک بن عبد اللہ اور عمرو بن بکر حج کے موقع پر اکٹھے ہوئے اور صورت حال کا جائزہ لیا، اور اس نتیجے پر پہنچے کہ نہرواں میں ہمارے ہزاروں بھائی قتل ہو گئے ان کے بعد ہم جی کر کیا کریں گے؟ خود مرنے سے قبل کیوں نہ فتنہ و فساد کے بانیوں (حضرت) علی، (حضرت) معاویہ اور (حضرت) عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہم) سے دنیا کو چھٹکارا دلادیں۔ یہ لوگ گمراہی کے امام ہیں اور حکومت کے اہل نہیں ہیں۔ راہ خدا میں ان کا قتل جائز ہے۔ جب تک یہ زندہ ہیں امن و امان قائم نہیں ہو سکتا جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔ علی سے تو ویسے بھی نہرواں کے مقتولوں کا انتقام لینا ضروری ہے۔ تینوں اس پر متفق ہو گئے کہ علی۔ معاویہ اور عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہم) کو قتل کر دیا جائے۔ عبدالرحمن بن ملجم (جو مصر کا باشندہ تھا) برک بن عبد اللہ اور عمرو بن بکر نے بالترتیب حضرت علی، حضرت معاویہ اور

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو قتل کرنے کا ذمہ لیا۔

یہ تینوں خارجی اپنے اپنے مشن پر روانہ ہو گئے انہوں نے رمضان المبارک کی ایک ہی تاریخ کو نماز فجر کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا چنانچہ انہوں نے منصوبہ کے تحت ایک ہی تاریخ کو ایک ہی وقت میں تینوں نے حملہ کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر وار اوچھا پڑا وہ زخمی ہو گئے مگر علاج معالجہ سے ٹھیک ہو گئے عمرو بن عاص اتفاقی علالت کی وجہ سے اس دن فجر کی نماز کی امامت کے لئے تشریف نہیں لائے ان کی جگہ خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اور وہ شہید ہو گئے۔ عبدالرحمن بن ملجم اور اس کے مقامی خارجی ساتھی شبیب بن اشجعی نے کوفہ کی جامع مسجد میں علی الصبح حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور وہ صلوٰۃ صلوٰۃ کی آوازیں لگا کر لوگوں کو نماز کے لئے بلا رہے تھے شبیب کا وار خالی گیا جب کہ ابن ملجم کی زہر آلود تلوار آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر پڑی اور فرق کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی۔ ساتھ ہی ابن ملجم نے کہا ”الحکم الا للہ لا لک یا علی“ اے علی حکم اور فیصلہ اللہ کا حق ہے تمہارا نہیں) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے گئے اور پکار کر کہا کہ حملہ آور بچ کر نہ جانے پائے۔ لوگ دوڑ پڑے شبیب تو بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گا ابن ملجم کو لوگوں نے پکڑ لیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھانجے نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد ابن ملجم کو آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن کیا میں نے تجھ پر احسانات نہ کئے تھے اس نے جواب دیا ضرور کیے تھے اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر تو نے کس لئے میرے قتل پر کمر باندھی۔ ابن ملجم نے جواب دیا چالیس روز استخارہ کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ اس مخلوق میں سے جو بدترین ہو وہ قتل ہو جائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا تو ہی وہ بدترین خلاق اور وہ مقتول ہے۔  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم دو دن زندہ رہے اور اتوار کے روز جام شہادت نوش کیا۔

محمد ابن سعد نے کہا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کی شہادت ۷ ا  
رمضان بروز جمعہ ۲۰ ہجری ہے

ابن سعد کی دوسری روایت میں ۷ ارمضان آپ پر حملہ ہوا اور انیس (۱۹) رمضان کو  
آپ شہید ہوئے۔

بعض مورخین نے آپ رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت اکیس لکھی ہے۔

### حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر

کسی روایت میں اٹھاون، کسی میں انسٹھ اور کسی میں تریسٹھ سال کسی میں پینسٹھ سال کسی  
میں ستر سال بیان کی گئی صحیح ترین قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ سال ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو دارالامارت جامع مسجد کے قریب دفن کیا گیا حضرت امام حسن  
رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

### حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مدت خلافت

آپ رضی اللہ عنہ چار سال نو ماہ خلیفہ رہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی اس کے  
بعد بادشاہت آجائے گی اگر خلفائے اربعہ کی خلافت کی مدت کو شمار کیا جائے تو تیس سے چھ  
ماہ کا عرصہ کم ہوتا ہے جب کہ حضرت حسن بن علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چھ ماہ شامل کئے  
جائیں تو حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق تیس سال خلافت کی مدت پوری بنتی  
ہے۔

### مقام علم و فضل

حضور سرکارِ دو عالم کی جو ہر شناس نگاہوں نے حضرت علیؑ کی اس خداداد قابلیت و  
استعداد کا پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا اور آپ کی زبان فیضِ ترجمان سے حضرت علیؑ کو ”باب  
مدینۃ العلم“ (یعنی جملہ علم و حکمت کے شہر کا دروازہ) کی سند مل چکی تھی چنانچہ حضرت علیؑ

کے مقام علم و فضل کے متعلق حضور امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ: ”میں جملہ علم و حکمت کا شہر ہوں اور حضرت علیؑ اس علم و حکمت کے شہر کا مرکزی دروازہ ہیں۔“  
(جامع ترمذی، ابن عساکر، مشکوٰۃ المصابیح)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں علم و حکمت، فہم و فراست اور فقاہت و ثقاہت کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مقام و مرتبہ بہت اونچا اور بلند تر ہے۔ حضرت علیؑ نے حضور نبی کریمؐ سے تقریباً پانچ سو چھیاسی (586) احادیث مقدسہ روایت کی ہیں۔ آپ کے علمی نکات، فتاویٰ اور بہترین فیصلوں کا انمول مجموعہ! اسلامی علوم کے خزانوں کا قیمتی سرمایہ ہے۔

### جاں نثاری و امانت داری

حضور سید عالم ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا: ”مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت مدینے کا حکم ہو چکا ہے، اور میں آج ہی مدینہ طیبہ روانہ ہو جاؤں گا، لہذا تم میرے بستر پر میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو جانا اور صبح قریش مکہ کی ساری امانتیں اور وصیتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں، وہ ان کے مالکوں کے سپرد کر کے تم بھی مدینہ منورہ چلے آنا۔ چنانچہ حضرت علیؑ بغیر کسی خوف و خطر کے حضور اقدسؐ کے بستر مبارک پر سو گئے۔ صبح ہوئی تو کفار مکہ جو رات بھر ناپاک و نامراد ارادے کے ساتھ کا شانہ نبویؐ کا بہت سخت محاصرہ کیے ہوئے تھے، برہنہ تلواریں لے کر کا شانہ مصطفویؐ میں داخل ہو گئے لیکن یہاں آ کر دیکھا کہ بستر نبویؐ پر حضور اکرمؐ کے بجائے آپ کا ایک جاں نثار موت و حیات سے بے پروا ہو کر سو رہا ہے۔ کفار مکہ یوں ہی ناکام و نامراد ہو کر واپس چلے گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام و سکون کے ساتھ سویا اور صبح اٹھ کر لوگوں کی امانتیں اور وصیتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر دیں۔ امانتوں کی

ادائیگی کی وجہ سے میں تین دن مکہ معظمہ میں رہا اور پھر میں نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر لی۔ آپ فرماتے ہیں کہ موت برحق ہے لیکن آج کی رات مجھے موت نہیں آسکتی کیوں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ علی تم یہ امانتیں ان کو مالکوں کو دے کر پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا اور جب تک یہ امانتیں سپرد نہیں ہو جاتیں اور جب تک میں مدینہ ہجرت نہیں کر لیتا اس وقت موت نہیں آسکتی کیوں کہ یہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا فرمان تھا۔

### حضور نبی اکرم ﷺ کی حسن کفالت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضور سید عالم کی بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ ابو طالب چوں کہ کثیر العیال اور مالی و معاشی تنگی سے نہایت پریشان تھے، اس لیے حضور رحمتِ دو عالم ﷺ نے اپنے محبوب چچا کی تنگ دستی اور مفلسی سے متاثر ہو کر حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ہمیں اس مصیبت و پریشانی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے حسب ارشادِ نبوی ﷺ حضرت جعفر طیارؓ کی کفالت کی ذمے داری لی اور خود حضور سید الکونین ﷺ کی نگاہِ انتخاب نے حضرت علیؓ کو پسند فرمایا۔ چنانچہ آغازِ طفولیت ہی سے حضرت علیؓ مرتضیٰ آفتابِ نبوت و رسالت حضور خاتم الانبیاءؐ کی حسن تربیت اور آغوشِ پرورش میں رہے۔ حضرت علیؓ نے ایامِ طفولیت ہی سے حضور سرورِ عالم ﷺ کے دامنِ رحمت و عاطفت میں تربیت پائی تھی، اس لیے آپؐ قدرتا محاسنِ اخلاق اور حسن تربیت کے بہترین نمونہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے درسِ گاہِ نبوت میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا زریں اور پر تقدس موقع ملا، جس کا سلسلہ ہمیشہ قائم و دائم رہا۔ مسند امام احمد میں آپؐ اس پر فخر و ناز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”میں روزانہ صبح کو معمولاً آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا اور تقرب کا یہ درجہ میرے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپ کو حضور اکرمؐ کے تحریری کام کرنے کی سعادت بھی حاصل تھی۔ کاتبانِ وحی میں آپ کا

اسم گرامی بھی سرفہرست نظر آتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو فرامین و مکاتیب لکھے جاتے تھے، ان میں بعض آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے تھے، چنانچہ ”صلح حدیبیہ“ کا صلح نامہ آپ نے ہی لکھا تھا۔

### ہمت و شجاعت کے پیکر

شاہِ خیبر شکن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بے مثال ہمت و شجاعت اور شہرہ آفاق جرأت و بہادری کی لازوال داستانوں کے ساتھ سارے عرب و عجم میں آپ کی قوتِ بازو کے سکے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے رعب و دبدبے سے بڑے بڑے پہلوانوں کے دل کانپ جاتے تھے۔ جنگِ تبوک کے موقع پر سرکارِ دو عالم نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، اس لیے اس غزوہ میں آپ شریک نہ ہو سکے، اس کے علاوہ باقی تمام غزوات و سرایا میں آپ شریک ہوئے اور بڑی جاں بازی کے ساتھ کفار و مشرکین کا مقابلہ کیا اور بڑے بڑے بہادروں اور شہسواروں کو اپنی مایہ ناز اور شہرہ آفاق ”ذوالفقارِ حیدری“ سے موت کے گھاٹ اتارا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے بھائی بنایا۔ حضرت علی کو فرمایا ”أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ ”آپ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔“ (جامع الترمذی ج: ۲، ص: ۲۱۳، مناقب علی ابن ابی طالب) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

(جامع الترمذی ج: ۲، ص: ۲۱۳)

تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں۔



## قوت اجتہاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فقہ و اجتہاد میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی قوت اجتہاد کے معترف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی و بنیاد حضرت ابن مسعودؓ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہادی فیصلوں پر ہے۔ آپ کے اجتہادی مسائل میں چند درج ذیل ہیں۔

آپ کے دور میں کچھ لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ اگر امت میں اختلاف ہو جائے تو فیصلہ صرف قرآن سے کرانا چاہیے۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ حکم اور ثالث بنانے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ کا اشارہ آیت:

”وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا“

کی طرف تھا یعنی اگر امت میں اختلاف ہو جائے تو ثالث بنانا کیوں ناجائز ہوگا؟ کیا امت محمدیہ کا مقام و مرتبہ مرد و عورت سے بھی کم ہے۔ (مسند احمد ج: ۱، ص: ۴۵۳، رقم الحدیث ۶۵۶)

مجتہد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک مسئلہ کی مختلف احادیث کو سامنے رکھتا ہے۔ پھر اپنی اجتہادی قوت سے ایک کو ترجیح دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں یہ خصوصیت کمال درجہ کی تھی۔ چند مسائل درج ذیل ہیں جن کے متعلق احادیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک جانب کو ترجیح دی۔

## انوکھا فیصلہ

ایک شخص نے ایک خنثی سے شادی کی اور مہر میں اس شخص نے اپنی بیوی (خنثی) کو ایک لونڈی دی وہ خنثی اس قسم کا تھا کہ اس کا فرج، مردوں اور عورتوں دونوں قسم کا تھا اس شخص نے اپنی بیوی (خنثی) کے ساتھ جماع کیا تو اس سے ایک لڑکا تولد ہوا اور جب اس خنثی نے اپنی لونڈی کے ساتھ جماع کیا تو اس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا یہ بات مشہور ہو گئی اور معاملہ امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے

خنثی مشکل سے سوال کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا فرج عورتوں والا بھی ہے کہ اس سے ماہواری بھی آتی ہے اور مردوں والا بھی ہے کہ اس سے خروج منی بھی ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں غلاموں برق اور قنبر کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خنثی مشکل کی دونوں طرف والی پسلیاں شمار کریں، اگر بائیں جانب کی ایک پسلی دائیں جانب کم ہو تو پھر اس خنثی مشکل کو مرد سمجھا جائے گا، ورنہ عورت، وہ اسی طرح ثابت ہوا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے مرد ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا اور اس کے خاوند اور اس کے درمیان تفریق کر دی، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اکیلا پیدا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر احسان کا ارادہ فرمایا کہ اس کا جوڑ پیدا فرمائے تاکہ ان میں سے ہر ایک اپنے جوڑے سے سکون حاصل کرے، جب حضرت آدم علیہ السلام سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بائیں جانب سے اماں حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا، جب بیدار ہوئے تو ان کی بائیں جانب ایک حسین و جمیل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ تو اس لئے مرد کی بائیں جانب کی پسلی عورت سے کم ہوتی ہے اور عورت کی دونوں جانب کی پسلیاں برابر ہوتی ہے، کل پسلیوں کی تعداد چوبیس ہے، بارہ دائیں جانب اور بارہ بائیں جانب ہوتی ہیں جبکہ مرد کی دائیں جانب بارہ اور بائیں جانب گیارہ ہوتی ہیں، تو مرد کی کل پسلیاں چوبیس کی بجائے تیس ہوتی ہیں، اس حالت کے اعتبار سے عورت کو ”ضلع اعوج“ کہا جاتا ہے، اور حدیث شریف میں تصریح ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اگر تو اس کو سیدھا کرنا چاہے تو یہ ٹوٹ جائے گی، اس لئے اس کو اپنی حالت پر چھوڑ کر اس سے نفع اٹھا۔

### رزق کہاں سے آئے گا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا گیا کہ یا حضرت اگر ایک آدمی ایک کوٹھری میں بند ہو اور کھڑکی روشن دان اس میں کوئی نہ ہو اور کوٹھری مقفل ہو اس کوٹھری کے باہر ایک اور کمرہ ہو اور اسکے گرد ایک اور فصیل ہو اور یہ سب کچھ ایک قلعے میں بند ہو تو اس آدمی کا

رزق کس راستے سے آئے گا حضرت علی نے فرمایا جس راستے سے اسکی موت آئے گی اسی راستے سے اسکا رزق آجائے گا۔

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ پسند فرمایا

”ایک مرتبہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے، ایک نے دعویٰ کیا حضور! میرے پاس ایک گدھا تھا اور اس شخص کے پاس ایک بیل، اس کے بیل نے میرے گدھے کو مار ڈالا، حاضرین جلسہ میں سے ایک صاحب بولے کہ جانور بے زبان پر کیا ضمان و تاوان، حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! تم ان دونوں میں تفسیہ کر دو، حضرت علی نے فریقین سے سوال کیا، یہ دونوں رسی میں بندھے تھے یا کھلے تھے یا ایک بندھا تھا اور ایک کھلا تھا؟ فریقین نے جواب دیا گدھا بندھا تھا، مگر بیل چھوڑا ہوا تھا اور بیل کا مالک اس کے پاس تھا، آپ نے حکم دیا: بیل والے پر ضمان ہے، گدھے کی قیمت اس کے مالک کے حوالہ کر دے، رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ پسند فرمایا اور یہی حکم جاری کیا۔“

### مشہور زمانہ فیصلہ

”دو شخص کھانے بیٹھے، ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں، دوسرے کے پاس تین۔ جب دونوں نے اپنا اپنا کھانا سامنے رکھا تو ایک تیسرا شخص ادھر سے گذرا اور ان کو سلام کیا، دونوں نے اس کو بلایا، وہ بھی آ کر بیٹھ گیا، تینوں نے مل کر وہ سب آٹھ روٹیاں کھا ڈالیں، تیسرا شخص اٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہوئے آٹھ درہم دونوں کو دیتے ہوئے کہا: یہ کھانے کا عوض ہے، جو میں نے تمہارے ساتھ کھایا ہے، اس کے جانے کے بعد دونوں میں حجت و تکرار شروع ہوئی جس کی پانچ روٹیاں تھیں، اس نے کہا: میں پانچ درہم لوں گا اور تجھ کو تین درہم ملیں گے؛ کیونکہ تیری روٹیاں تین تھیں، تین روٹی والے نے کہا: میں تو نصف سے کم پر بہ گز راضی نہ ہوں گا، یعنی چار درہم لے کر چھوڑوں گا، یہ جھگڑا اتنا طویل پکڑا کہ بالآخر حضرت

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا اور انصاف طلب کیا گیا، آپ نے دونوں کے بیانات سن کر تین روٹی والے سے فرمایا تم کو تین درہم ملتے ہیں، یہ کم نہیں ہے؛ کیونکہ تمہاری تین ہی روٹیاں تھیں؛ لہذا تم کو جو ملتا ہے اس پر راضی ہو جاؤ، مدعی: میں اپنا پورا حق لوں گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ: اگر حق پر چلتے ہو تو تمہارا حق صرف ایک درہم ہے، تین درہم جو تم کو ملتا ہے تمہارے حق سے کہیں زیادہ ہے، مدعی: سبحان اللہ! آپ نے اچھا فیصلہ کیا، تین درہم یہ شخص خود دیتا رہا اور میں اس پر راضی نہ ہوا، اب آپ فرماتے ہیں کہ تیرا حق ایک ہی درہم ہے، علیؑ: بے شک تمہارا حق صرف ایک درہم ہے، تمہارا فریق تین درہم پر صلح کرتا رہا، مگر تم نے نہ مانا اور بات بڑھادی، اب تم مانتے نہیں تو سن لو کہ تمہارا حق کیا ہے، مدعی: فرمائیے اور وجہ معقول بیان کیجئے، علیؑ: آٹھ آٹھ روٹیوں کے تین ٹکڑے برابر کے کرو تو چوبیس (24) ٹکڑے ہوئے، اب تم تین آدمی کھائے، یہ تو معلوم نہیں کہ کس نے زیادہ کھایا اور کس نے کم؛ لہذا فرض کر لو کہ سب نے برابر کھائے، مدعی: ہاں، بے شک، علیؑ: تو اس صورت میں ہر ایک نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے، تیری روٹیوں سے صرف ایک ٹکڑا بچا جو تیسرے نے کھایا اور تمہارے فریق کی پانچ روٹیاں تھیں، جن کے پندرہ ٹکڑے ہوئے، آٹھ خود کھایا اور سات تیسرے کو کھائے، اب تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکڑوں میں سے صرف ایک ٹکڑا تیسرے آدمی نے کھایا جس کا عوض ایک درہم ہے اور تمہارے فریق کے سات ٹکڑے کھائے جس کا عوض سات درہم ہے، مدعی: آپ نے ٹھیک فیصلہ کیا، بے شک میرا حق ایک ہی درہم ہے اور میں راضی ہوں۔“

### اسلامی تاریخ کا فیصلہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ کسی حادثہ یا واقعہ کی تاریخ مختلف طریقوں سے قلم بند کرتے تھے اور ان کے مابین اختلاف تھا کہ تاریخ کس بنیاد پر مقرر کی جائے، بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جس طرز میں فارس اپنے بادشاہوں اور حکمرانوں کی

پیدائش یا تخت نشینی سے زمانہ کا تعین کرتے ہیں، اس کو اختیار کیا جائے اور کچھ لوگوں کا رجحان تھا کہ رومیوں کا طریقہ اپنانا چاہئے، بعض صحابہؓ کی رائے تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی تاریخ کو اسلامی جنتری کی ابتداء قرار دیا جائے،

حضرت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مکہ سے مدینہ جس دن ہوتی ہے، اس کو اسلامی تقویم کی اساس و بنیاد بنایا جائے، حضرت عمر فاروقؓ اور تمام صحابہؓ کو یہ فیصلہ بہت پسند آیا اور حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تاریخ کا تعین ہجرت نبویؐ کی بنیاد پر کیا جائے۔

### گنہگار قتل کا پتہ لگالیا

ایک مرتبہ ایک نوجوان چند آدمیوں کی شکایت لے کر آیا کہ لوگ میرے باپ کو سفر میں لے گئے تھے، یہ سب لوگ تو واپس آگئے؛ لیکن میرا باپ واپس نہ آیا، میں ان سے پوچھتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے اور جب اس کا مال دریافت کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اس کے پاس کچھ مال نہ تھا؛ حالاں کہ وہ بہت سا مال اپنے ساتھ لے گئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سب کو علیحدہ علیحدہ رکھا اور پہلے ایک کو بلایا اور اس سے تمام تفصیلات معلوم کیں، مگر اس نے اس کے قتل کرنے کا اقرار نہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک نعرہ تکبیر بلند کیا، جتنے ان کے ساتھ علیحدہ کمروں میں تھے، انہوں نے سمجھا کہ ان کے ساتھی نے راز فاش کر دیا، اس کے بعد جب یکے بعد دیگرے وہ سب بلائے گئے تو سبھوں نے اس کے باپ کے قتل کرنے کا اقرار کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ ان کو قصاص میں قتل کر دیا جائے۔

### ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ اس بارے میں حدیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ حضرت علیؓ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں: "السُّنَّةُ

وَضَعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السَّرَاةِ"۔ (سنن ابی داؤد ج: ۱، ص: ۱۱۷)

ایک روایت میں ہے:

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضَعُ الْأَيْدِي عَلَى الْأَيْدِي تَحْتَ الشَّرِّ -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۱، ص: ۴۲۷، رقم الحدیث ۱۳)

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

### ترک قرأت خلف الامام

حضرت علی المرتضیٰ کا نظریہ یہ تھا کہ مقتدی امام کے پیچھے قراۃ نہ کرے۔ چنانچہ

فرماتے ہیں: "مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَدْ أَخْطَأَ الْفِطْرَةَ"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۱، ص: ۴۱۲، رقم الحدیث ۶)

جو شخص امام کے پیچھے قرات کرتا ہے وہ فطرت کی مخالفت کرتا ہے۔

### آمین آہستہ کہنا

ابو وائل کہتے ہیں:

"كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَلَا

بِالتَّعَوُّذِ، وَلَا بِالتَّأْمِينِ" (سنن الطحاوی ج: ۱، ص: ۱۵۰، باب قراۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلوۃ)

حضرت عمر اور حضرت علی نماز میں تعوذ، تسمیہ اور آمین آہستہ کہتے تھے۔

### ترک رفع یدین

حضرت علی المرتضیٰ صرف شروع میں رفع یدین کرتے تھے:

"ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کان یرفع یدیه فی التکبیرۃ الاولیٰ

التی یفتتح بہا الصلوۃ ثم لا یرفعہما فی شئی من الصلوۃ"

(موطا امام محمد ص: ۹۴، باب افتتاح الصلوۃ، کتاب الحجۃ امام محمد ج: ۱، ص: ۷۶)

حضرت علی المرتضیٰ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد

نہیں کرتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے:

”کان یرفع یدیه فی التکبیر الی فروغ اذنیہ ثم لا یرفعہما حتی یقضى صلاة“  
(مسند الامام زید ص: ۸۸ رقم الحدیث ۷۴، باب التکبیر فی الصلوٰۃ)

حضرت علی المرتضیٰ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے، اس کے بعد آخر تک دوبارہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ کا مسلک یہ تھا کہ دیہات اور گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز درست نہیں۔ آپ کا فرمان ہے:

”لَا جُمُعَةٌ، وَلَا تَشْرِيقٌ، وَلَا صَلَاةَ فِطْرٍ، وَلَا أَضْحَى، إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ، أَوْ مَدِينَةٍ عَظِيمَةٍ“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۲ ص: ۱۰)

مجتہد کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ الفاظ حدیث کے ساتھ ساتھ منشاء نبوت کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ یہ خوبی حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ چنانچہ آپ ہی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نوکرانی سے بدکاری سرزد ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اس کو حد لگاؤ میں نے جا کر دیکھا تو اس کے ہاں بچہ کی ولادت ہوئی تھی۔ مجھے خدشہ ہوا کہ اگر میں نے اس کو سزا دی تو یہ مرجائے گی۔ میں بغیر سزا دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”احسنت“ تو نے بہت خوب کیا۔ (صحیح مسلم ج: ۲ ص: ۷۱ باب حد الزنا)

اسی طرح ایک اور موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک صحابی پر لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی۔ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس شخص کو قتل کر دو۔ حضرت علیؓ گئے تو دیکھا کہ وہ ایک کنویں میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ آپ نے اسے پکڑا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص تو حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہی نہیں تو آپ نے اس کو قتل نہ کیا۔ (صحیح مسلم ج: ۲ ص: ۲۶۸ باب برآۃ حرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الریبة)

ملاحظہ فرمائیں دونوں روایتوں میں حضرت علیؓ کا عمل بظاہر الفاظ حدیث کے مخالف

ہے مگر منشاء نبوت کے عین مطابق ہے مجتہد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ امت میں پیش آنے والے نئے مسائل کے حل کی فکر میں رہتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ اس خوبی سے بھی متصف تھے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور سے پوچھا:

یا رسول اللہ ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نہی فماتا مرونا؟  
حضور اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ ہو پیش آجائے جس کا حل وضاحت کے ساتھ نص میں نہ ہو تو ہم وہ مسئلہ کیسے حل کریں گے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

”تشاورون الفقہاء والعابدین“

ایسے مسائل میں مجتہدین اور فقہاء کی طرف رجوع کرنا وہ ان مسائل کو حل کر دیں گے۔ (المعجم الاوسط طبرانی ج: ۱ ص: ۳۳۱ رقم الحدیث ۱۶۱۸)

### سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ! ”علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں“ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، ہر معرکہ میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شجاعت و بہادری اور فداکاری کا لوہا منوایا بدر واحد، خندق و حنین اور خیبر میں اپنی جرات و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ آپ نے آخری وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری کے فرائض سرانجام دیئے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ آپ کو ”غسلِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم“ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

9ھ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”امیر حج“ بنا کر روانہ کیا اور ان کی روانگی کے بعد سورہ برأت نازل ہوئی تو اس کی تبلیغ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مامور کیا۔ آپ بہت زیادہ



عبادت گزار تھے، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے زبیر بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے کسی ہاشمی کو نہیں دیکھا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عبادت گزار ہو۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ روزہ دار اور عبادت گزار تھے۔ آپ بہت زیادہ سخاوت کرنے والے تھے کوئی سائل و حاجت مند آپ کے در سے خالی نہ جاتا تھا۔

آپ قرآن مجید کے حافظ اور اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شان نزول سے واقف تھے۔ آپ کو بچپن میں قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی اور بچوں میں سے سب سے پہلے آپ ہی دولت ایمان سے منور ہوئے، آپ کو ”السابقون الاولون“ میں بھی خاص مقام اور درجہ حاصل ہے، آپ ”بیعت رضوان“ اور ”اصحاب بدر“ میں شامل رہے۔ آپ ”عشرہ مبشرہ“ جیسے خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی شامل ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت و خوشخبری دی۔ مکی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ ہر قسم کے مصائب و مشکلات کو جھیلتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنے کو محرومی کا سبب قرار دیا۔ حضرت زبیر بن جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور مجھے سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا (صحیح مسلم)۔ خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین ماہ کم پانچ سال تک خلافت جیسی اہم ذمہ داری پر متمکن رہے۔





تالیف محمد فیاض حسینی

پروگریسو بکس